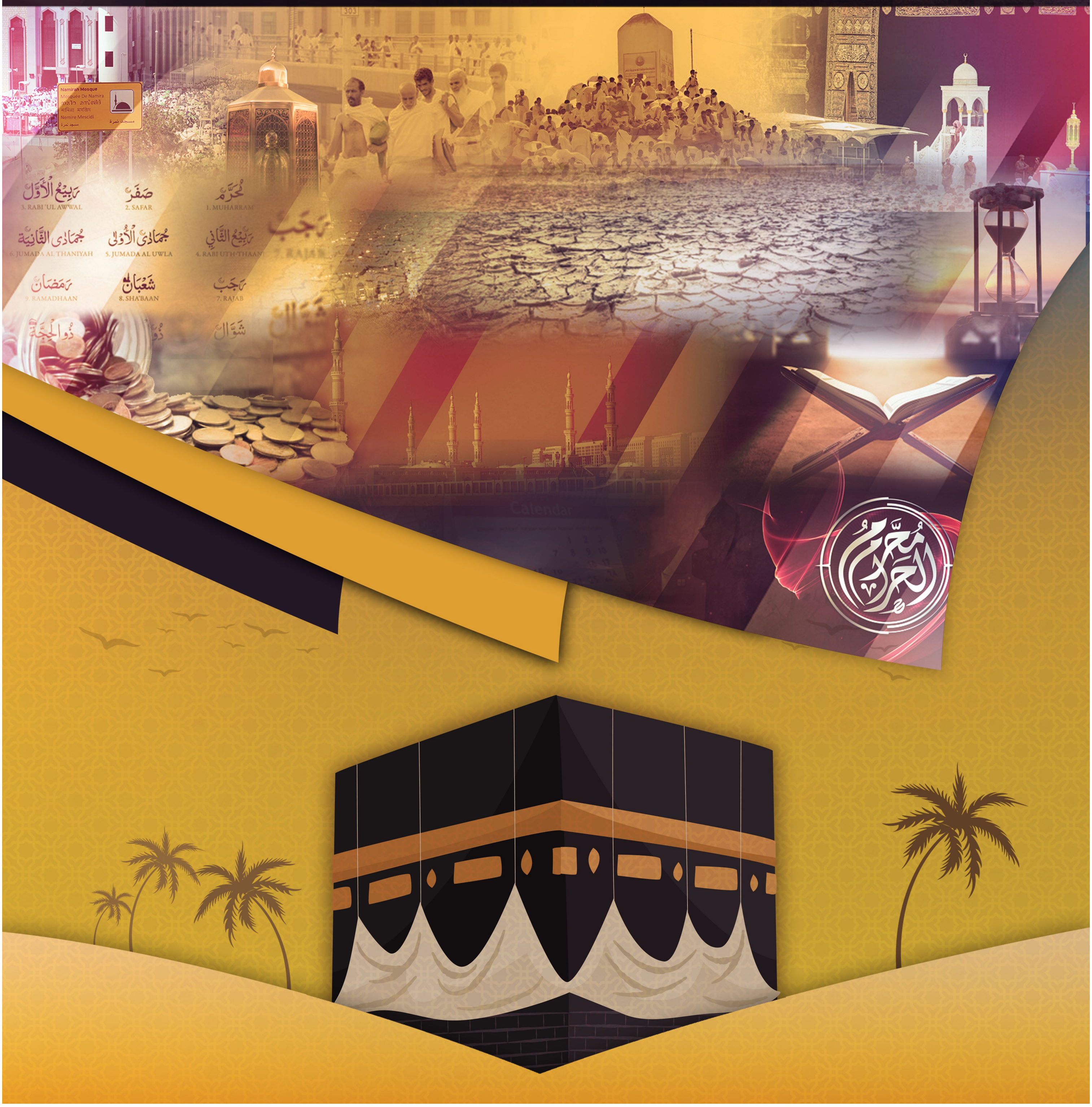
ماہنامہ صراطِ مستقیم برمنگھم

July 2023



وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

صراطِ مستقیم برمنگھم

بیاد

مولانا فضل کریم عاصم رحمہ اللہ

مولانا محمود احمد میر پوری رحمہ اللہ

Vol: 43 No. 09 July 2023

Dhul Hijjah/ Muharram ul Haram 1444 AH

جلد: 43 شمارہ: 09 جولائی 2023ء

ذوالحجہ/محرم الحرام: 1444ھ

فہرست مضامین

Correspondence Address:

SIRAT-E-MUSTAQEEM

20 Green Lane, Small Heath,

Birmingham B9 5DB

Tel: 0121 773 0019

Fax: 0121 766 8779

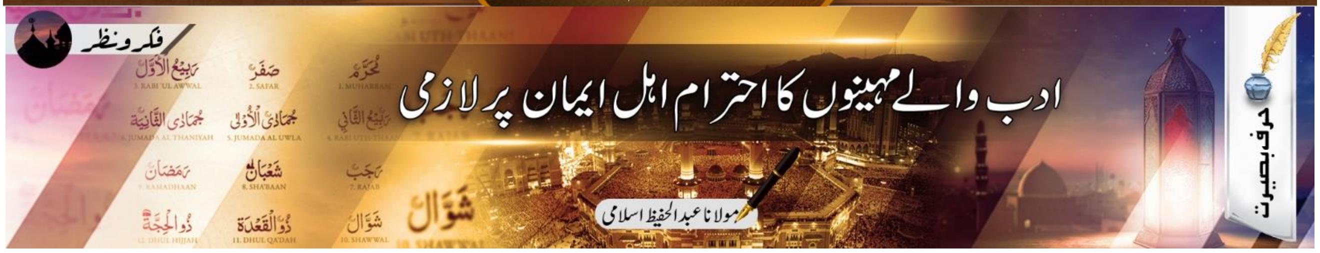
ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ

Markazi Jamiat Ahl-e-Hadith UK

www.mjah.org.uk/siratemustaqeem

E-mail: info@mjah.org.uk

(نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں)



ادب والے مہینوں کا احترام اہل ایمان پر لازمی

مولانا عبدالحفیظ اسلامی

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۚ وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا ۚ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُوا ۘ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴾ (سورۃ المائدہ:2)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، خدا پرستی کی نشانیوں کو بے حرمت نہ کرو، نہ حرام مہینوں میں سے کسی کو حلال کرلو، نہ قربانی کے جانوروں پر دست درازی کرو، نہ ان جانوروں پر ہاتھ ڈالو جن کی گردنوں میں نذر خداوندی کی علامت کے طور پر پٹے پڑے ہوئے ہوں، نہ ان لوگوں کو چھیڑو جو اپنے رب کے فضل اور اس کی خوشنودی کی تلاش میں مکان محترم (کعبہ) کی طرف جارہے ہوں ۔ ہاں احرام کی حالت ختم ہو جائے تو شکار تم کرسکتے ہو اور دیکھو، ایک گروہ نے جو تمہارے لئے مسجد حرام کا راستہ بند کر دیا ہے تو اس پر تمہارا غصہ تمہیں اتنا مشتعل نہ کر دے کہ تم بھی ان کے مقابلہ میں ناروا زیادتیاں کرنے لگو نہیں! جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو، اس کی سزا بہت سخت ہے۔"

خدا پرستی کی کئی کئی نشانیاں ہیں جن کی تعظیم ہر مسلمان پر ضروری ہے۔ آیت مبارکہ میں یہ لفظ یوں ادا کیا گیا ہے: ﴿ لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ ﴾ اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو۔ دراصل یہ لفظ شعیرہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں: "علامت"، یعنی آنکھوں سے دیکھے جانے والی چیزیں اور محسوس کی جانے والی باتیں وغیرہ۔ اللہ تبارک تعالیٰ یہاں پر جن شعائر کی طرف اہل ایمان کو متوجہ فرمارہے ہیں، یہ شعائر حج سے متعلق ہیں غرض کہ شعائر اللہ کے احترام کے عام حکم دینے کے بعد آگے کے فقرے میں چند خاص شعائر کا نام لیکر ارشاد ہورہا ہے:

﴿ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ ﴾ "نہ حرام مہینوں میں سے کسی کو حلال کرلو" سال کے کل مہینوں کی تعداد 12 ہے جن میں کے 4 مہینے ادب والے ہیں:

1۔ ذوالقعدہ 2۔ ذی الحجہ 3۔ محرم 4۔ رجب

جیسا کہ سورۃ التوبہ کی آیت 63 میں ارشاد ہوا ہے، فرمایا:

﴿ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ﴾

اور ان میں چار مہینے حرام ہیں یعنی ادب کے ہیں۔

تفاسیر کے مطالعہ سے ہمارے سامنے یہ بات آتی ہے کہ مذکورہ 4 مہینوں کا ادب واحترام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے ہی چلا آرہا ہے اور اسلام کے ظہور میں آنے سے ایک عرصہ قبل تک بھی لوگ ان مہینوں کا لحاظ کرتے رہے اور ان مہینوں میں نہ جھگڑا کرتے اور نہ ہی خونریزیاں ہوا کرتیں لیکن عرب کی جہالت جب اپنی انتہا کو پہنچ چکی تو لوگوں نے ان ادب والے مہینوں کا پاس و خیال رکھنا چھوڑ دیا اور خود ساختہ طریقے پر عمل کرتے ہوئے "نسی" کی رسم نکالی گئی، اور جب چاہتے حرمت والے مہینوں کی ترتیب میں الٹ پھیر کرتے اور اللہ نے جن مہینوں کو ادب والے مہینے قرار دیا ہے اس کی نافرمانی کرتے ہوئے۔ ایک قبیلہ دوسرے پر چڑھائی کرتا اور کسی چیز کا انتقام لینا ہوتا تو لے لیتا۔ اس طرح اللہ تبارک تعالیٰ عرب کے ان جاہلانہ فکر و عمل سے اہل ایمان کو بچانے کیلئے حکم فرمارہے ہیں کہ

"اے میرے پیارے بندو! ادب والے مہینوں کی بے حرمتی نہ کرو۔"

قربانی کے جانور اور بے حرمتی

آیت مبارکہ میں تیسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ نہ قربانی کے جانوروں پر دست درازی کرو، نہ ان جانوروں پر ہاتھ ڈالو جن کی گردنوں میں نذر خداوندی کی علامت کے طور پر پٹے باندھے گئے ہوئے ہوں۔ آیت مبارکہ میں قربانی کے جانوروں سے متعلق دو باتیں آئی ہیں:

1۔ وَلَا الْهَدْيَ 'ھدی' ایسے جانور کو کہتے ہیں جو قربانی کیلئے حاجی اپنے ساتھ حرم کو لے جاتے ہیں۔

2۔ وَلَا الْقَلَائِدَ قلادہ کی جمع قلائد ہے اس طرح قلادہ کے معنی پٹے کے ہوئے غرض کہ حرم (کعبۃ اللہ شریف) کو نذر خداوندی کیلئے لے جائے جارہے ان جانوروں کو نہ روکو، اور نہ ہی ان کے ساتھ دست درازی کرو جن کے گلوں میں فی اللہ راہِ اللہ کے طور پر پٹے پڑے ہوئے ہوں۔ مطلب یہ کہ ان قربانی کے جانوروں کو کسی سے چھینا جائے اور نہ ہی حرم شریف تک پہنچنے میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ کھڑی کی

جائے۔

اس سلسلہ میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جسے مختصر طور پر نقل کیا جاتا ہے وہ لکھتے ہیں کہ

1۔ شعائر اللہ سے مراد وہ تمام علامات یا نشانیاں ہیں جو شرک و کفر اور دہریت کے بالمقابل خالص خدا پرستی کے مسلک کی نمائندگی کرتی ہوں۔

2۔ یاد رکھنا چاہئے کہ شعائر اللہ کے احترام کا یہ حکم اس زمانے میں دیا گیا تھا جبکہ مسلمانوں اور مشرکین عرب کے درمیان جنگ برپا تھی، مکہ پر مشرکین قابض تھے، عرب کے ہر حصہ سے مشرک قبائل کے لوگ حج و زیارت کیلئے کعبہ کی طرف جاتے تھے اور بہت سے قبیلوں کے راستے مسلمانوں کی زد میں تھے۔ اس وقت حکم دیا گیا کہ یہ لوگ مشرک ہی سہی تمہارے ان کے درمیان جنگ ہی سہی مگر جب یہ خدا کے گھر کی طرف جاتے ہیں تو انہیں نہ چھیڑو، حج کے مہینوں میں ان پر حملہ نہ کرو، خدا کے دربار میں نذر کرنے کیلئے جو جانور یہ لئے جارہے ہوں ان پر ہاتھ نہ ڈالو کیونکہ ان کے بگڑے ہوئے مذہب میں خدا پرستی کا جتنا حصہ باقی ہے وہ بجائے خود احترام کا مستحق ہے نہ کہ بے احترامی کا۔ (تفہیم القرآن:1/934؛ حاشیہ: 5)

قربانی کے جانور اور تعظیم

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے (رواہ اہل السنن) کے حوالے سے یوں تحریر فرمایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب حج کیلئے نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی عقیق یعنی ذوالحلیفہ میں رات گزاری صبح اپنی نَو (9) بیویوں کے پاس گئے پھر غسل کر کے خوشبو ملی اور 2 رکعت نماز ادا کی اور اپنی قربانی کے جانور کے کوہان پر نشان کیا اور گلے میں پٹہ ڈالا اور حج اور عمرہ کا احرام باندھا، قربانی کے لئے آپ نے بہت خوش رنگ مضبوط اور نوجوان اونٹ 60 سے اوپر اپنے ساتھ لئے تھے۔

جیسے کہ قرآن کا فرمان ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کے احکام کی تعظیم کرے اس کا دل تقویٰ والا ہے۔

بعض سلف کا فرمان ہے کہ تعظیم یہ بھی ہے کہ قربانی کے جانوروں کو اچھی طرح رکھا جائے اور انہیں خوب کھلایا پلایا جائے اور مضبوط اور موٹا کیا جائے۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم قربانی کے جانوروں کی آنکھیں اور کان دیکھ بھال کر خریدیں۔"

(تفسیر ابن کثیر: 6/631؛ پارہ6)

مسجد الحرام کا قصد اور بے حرمتی

آیت مبارکہ میں چوتھا فرمان ربانی یوں ہو رہا ہے کہ ﴿وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا﴾

مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کی بھی بے حرمتی نہ کرو، جو عظمت والے گھر کعبۃ اللہ شریف کے قصد سے جارہے ہیں اور جو یہ چاہتے ہیں کہ پروردگار کا فضل اور اس کی خوشنودی حاصل کریں۔ بے حرمتی نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسافرین حج و عازمین حج کے اس سفر میں ان سے کسی بھی طرح کی کوئی مزاحمت نہ کرو اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی تکلیف و ایذا انہیں پہنچاؤ کہ شعائر اللہ کے یہ احکام ایسے حالات میں دیئے گئے ہیں جبکہ مشرکین مکہ اور مسلمانوں کے درمیان سخت قسم کی حق و باطل کی محاذ آرائی چل رہی تھی اور سارے عرب میں ماحول گرم تھا اور دوسری جانب مسلمانوں کو یہ مواقع حاصل تھے کہ حج کو جانے والے مشرک قبیلوں پر آسانی سے ہاتھ ڈال سکیں۔

ظاہر بات ہے کہ اس سے شعائر اللہ کی توہین ہوتی ہے اس طرح اللہ تبارک تعالیٰ اہل ایمان کو حکم فرماتے ہوئے، توہین شعائر اللہ سے بچا رہے ہیں۔

یاد رہے کہ یہاں پر مشرکین کی تعظیم مقصود نہیں ہے بلکہ یہ لوگ شعائر اللہ کی علامتوں کے ساتھ جو سفر کر رہے ہیں اس کی اصل تعظیم مقصود ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب اس سلسلہ میں یوں تحریر فرمایا ہے کہ

"بظاہر یہ شان صرف مسلمان کی ہے۔ یعنی جو مخلص مسلمان حج و عمرہ کے لئے جائیں ان کی تعظیم و احترام کرو اور ان کی راہ میں روڑے مت اٹکاؤ اور جو مشرکین حج بیت اللہ کیلئے آئے تھے، اگر وہ بھی اس آیت کے عموم میں داخل ہوں کیونکہ وہ بھی اپنے زعم اور عقیدہ کے موافق خدا کے فضل و قرب اور خوشنودی کے طالب ہوتے تھے تو کہنا پڑے گا کہ یہ حکم اس وقت سے پہلے کا ہے جبکہ ﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا﴾ منادی کرائی گئی۔

(حوالہ القرآن الکریم و ترجمہ مع حاشیہ تفسیر صفحہ 140، حاشیہ 5، مطبوعہ سعودی عرب)

ممانعت شکار کی حد

آیت مبارکہ میں پانچواں حکم یہ آیا ہے کہ

﴿وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا﴾

"اور جب احرام سے نکلو تو شکار تم کر سکتے ہو۔"

مذکورہ حکم نازل کرنے سے قبل تو اہل ایمان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ احرام کی حالت میں شکار کو اپنے لئے حلال نہ کر لو، جس کی تفصیل پچھلے صفحات پر گذر چکی۔

غرض کہ اب اس بات کی اجازت دی جارہی ہے کہ احرام کی حالت ختم ہو جائے تو تم شکار کر سکتے ہو۔ یعنی "احرام" بھی منجملہ شعائر اللہ میں شامل ہے اس لئے حالت احرام میں شکار کرنے سے اہل ایمان کو روک دیا گیا تھا کیونکہ ایسی حالت میں شکار کرنا شعائر اللہ کی توہین ہے لیکن اب اس کی اجازت دی جارہی ہے کہ (طواف افاضہ) حج مکمل کرنے کے بعد تم چاہو تو شکار

کر سکتے ہو (بشر طیکہ وہ شکار حرم میں نہ ہو)

(کتاب الحج) کے صفحہ 329 پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے کہ یعنی جب تم احرام کھول ڈالو تو شکار کرو اور جس شخص نے طواف الا فاضہ نہیں کیا اس کا پورا احرام نہیں کھلا۔ (موطا امام مالک اردو ترجمہ)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک کوئی چیز، جسے آپ نے احرام باندھنے کے بعد حرام فرمایا تھا اپنے اوپر حلال نہیں کی جب تک آپ نے اپنا حج مکمل نہ کر لیا۔ قربانی کے روز آپ نے طواف افاضہ کیا پھر آپ نے ہر چیز حلال کرلی۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

ظلم کا بدلہ ظلم سے نہیں آیت مبارکہ کے مضمون میں چھٹا حکم یہ آیا ہے کہ اور دیکھو، ایک گروہ نے جو تمہارے لئے مسجد حرام کا راستہ بند کر دیا ہے تو اس پر تمہارا غصہ تمہیں اتنا مشتعل نہ کر دے کہ تم بھی ان کے مقابلہ میں ناروا زیادتیاں کرنے لگو۔

یہاں پر اس گروہ کا نام نہیں لیا گیا بلکہ مسجد حرام کا راستہ مسلمانوں کیلئے روکنے والے مشرکین کے متعلق فرمایا جارہا ہے کہ ان لوگوں نے تمہیں مسجد حرام (کعبۃ اللہ) کو جانے سے روک کر شعائر اللہ کی توہین کی اور تمہارے ساتھ ظلم کیا ہے لیکن اے میرے پیارے بندو! تم ہرگز اس طرح کا کوئی عمل نہ کرو کیونکہ یہ شعائر اللہ کی بے حرمتی ہے۔

اس سلسلہ میں مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب نے یوں تحریر فرمایا ہے:

"یہ چند واقعات تھے کہ جن کی بناء پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جس میں مسلمانوں کو یہ ہدایت دی گئی کہ شعائر اللہ کی تعظیم تمہارا اپنا فرض ہے۔ کسی دشمن کے بغض وعداوت کی وجہ سے اس میں خلل ڈالنے کی قطعاً اجازت نہیں۔ 'اشہر حرم' میں قتل وقتال بھی جائز نہیں۔ قربانی کے جانوروں کو حرم تک جانے سے روکنا یا ان کا چھین لینا بھی جائز نہیں اور مشرکین احرام باندھ کر اپنے خیال کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضل و رضا حاصل کرنے کے قصد سے چلے ہیں۔ (اگرچہ بوجہ کفران کا یہ خیال خام ہے) تاہم، شعائر اللہ کی حفاظت واحترام کا تقاضا یہ ہے کہ ان سے کوئی مزاحمت نہ کی جائے نیز وہ لوگ جنھوں نے تمہیں عمرہ کرنے سے روک دیا تھا ان کے بغض عداوت کا انتظام اس طرح لینا جائز نہیں کہ مسلمان ان کو مکہ میں داخل ہونے یا شعائر حج ادا کرنے سے روک دیں کیونکہ یہ ان کے ظلم کے بدلہ میں ہماری طرف سے ظلم ہو جائے گا جو اسلام میں روا نہیں۔" (حوالہ معارف القرآن:3/16 تا 17)

نیک کام میں ساتھ دو اور بُرے کاموں میں تعاون نہ کرو

آیت مبارکہ کے اختتام پر ایک ایسی اصولی بات بیان فرمائی گئی ہے جس میں انسان کی فلاح وکامیابی اور خود انسان کی اپنی خیر، بقاامن وسلامتی کی راہیں کھلتی چلی جاتی ہیں۔ اس طرح اہل ایمان بندوں کو حکم ہو رہا ہے کہ ہر اس نیکی کے کام میں تعاون کرو جو رضائے الٰہی اور فلاح آخرت تک پہنچاتا ہو اور ہر اس برائی وزیادتی سے بچو جس کے کرنے سے غضب الٰہی تم سے متعلق ہوتا ہے۔ پھر آخر میں فرمایا گیا کہ اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے احوال پر اچھی طرح نظر رکھے ہوئے ہیں یعنی اگر تم نے اوپر بیان کئے گئے احکام پر عمل نہ کیا یا پھر اپنی نفسانی خواہش میں آکر حق کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا تو یاد رکھنا! میری طرف سے دی جانے والی سزا بڑی سخت ہے۔

☆☆☆

ایک عالم باعمل اور مخلص داعی کی وفات

حیدر آباد دکنی کے ایک ممتاز عالم دین اور اسکالر مولانا سید عبد الحکیم جو سرکاری ملازم ہونے کے باوجود اپنی زندگی کتاب وسنت کی اشاعت میں صرف کر دی، آپ عثمانیہ یونیورسٹی سے ایم اے تھے اور اپنے قیام قطر کے زمانے میں بہت سے فلپائنیوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، اردو، عربی اور انگریزی تینوں زبانوں میں دعوت وتبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے تھے، امریکہ میں مقیم آپ کے فرزند سید عبد القدیر عمری کی دعوت پر امریکہ گئے مگر وہاں کا ماحول پسند نہیں آیا تو واپس حیدر آباد آگئے اور وہیں دعوت وتبلیغ کے کام سے جڑ گئے۔ ان کے فرزند سید عبد الوکیل نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور وہی تدفین عمل میں آئی، ہزاروں لوگ ان کی وفات پر سوگوار ہیں۔

اللہ کریم انہیں جنت الفردوس میں داخل فرمائے۔ آمین یارب العالمین

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

☆☆☆

وفیات

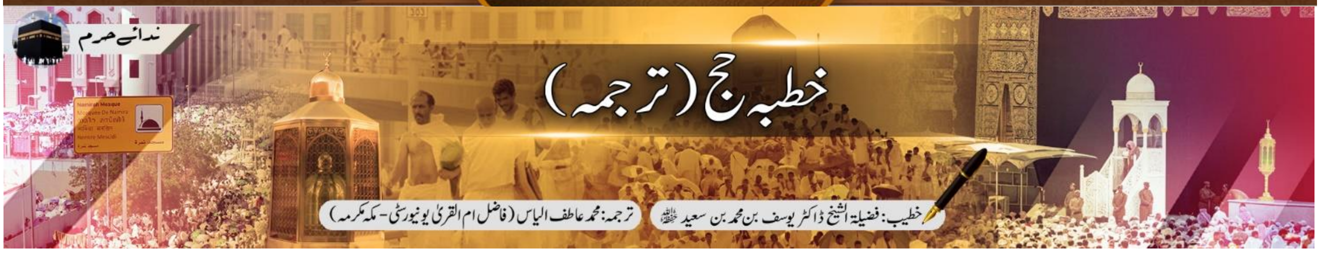
ڈڈلی کے امیر جمعیۃ حاجی ذوالفقار قریشی کے نسبتی برادر ہیرو لندن میں وفات پاگئے۔ مرحوم بہت سی خوبیوں کے تھے۔

ڈڈلی مسجد کے ذمہ دار حاجی محمد عمر کے نسبتی برادر جناب مظہر الحق 57 سال کی عمر میں کوٹلی میں وفات پا گئے۔ پسماندگان میں بیوہ اور ایک بیٹی سوگوار ہیں۔

چوہدری عبد الرشید ڈڈلی کے بڑے بھائی پاکستان میں وفات پاگئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

دعا ہے کہ اللہ پاک ان تمام مرحومین کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

موت اس کی ہے کرے جس پر زمانہ افسوس
ورنہ دنیا میں سب ہی آتے ہیں مرنے کے لیے



خطبہ حج (ترجمہ)

خطیب: فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر یوسف بن محمد بن سعید حفظہ اللہ
ترجمہ: محمد عاطف الیاس (فاضل ام القریٰ یونیورسٹی - مکہ مکرمہ)

ہر طرح کی حمد وثناء اللہ ہی کے لیے ہے، جو بڑی عزت والا ہے اور بہت دینے والا ہے، اللہ تعالی نے اجتماعیت کو نجات کا ذریعہ اور تفرقہ بازی کو باعث عذاب بنایا ہے۔ اس نے اتحاد و اتفاق کا حکم دیا ہے اور متحد ہونے کی تلقین فرمائی ہے۔ تفرقہ بازی اور اختلافات کو بڑھانے والی چیزوں سے منع فرمایا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ ہم اسی سے امید رکھتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَإِلَـٰهُكُمْ إِلَـٰهٌ وَاحِدٌ ۖ لَّا إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَـٰنُ الرَّحِيمُ﴾

”تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ بہت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔“ (سورۃ البقرہ:163)

میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے اتحاد واتفاق اور اجتماعیت کا حکم دیا، تنازعات سے منع فرمایا۔ اللہ نے آپ ﷺ کے ذریعے دلوں کو جوڑا اور لوگوں کے احوال کو درست کیا۔ آپ ﷺ کو رسالت کی تبلیغ کرکے اس امانت کو ادا کرنے کا حکم دیا فرمان الٰہی ہے:

﴿ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ لَا إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ﴾

”آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں، جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے“(سورۃ الاعراف:158)

اللہ کی رحمتیں ہوں آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کے اہل بیت اور صحابہ کرام پر بھی بہت سلامتی نازل ہو۔

بعد ازاں! اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو، اس کی فرمانبرداری کرو، اس کی شریعت کی پابندی کرو، جو حدود اس نے متعین کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو، تاکہ تم اصلاح کرنے والے اور دنیا وآخرت میں کامیاب ہونے والے بن جاؤ۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۚ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾

”یہ حدیں اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول اللہ (ﷺ) کی فرمانبرداری کرے گا اسے اللہ تعالیٰ جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔“ (سورۃ النساء:13)

شریعتِ کی پابندی کا اہم ترین پہلو ہے کہ عبادت کسی بھی صورت میں غیر اللہ کے لئے نہ کی جائے۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۚ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَـٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

”حکمرانی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، اس کا فرمان ہے کہ تم سب اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کرو، یہی درست دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے“(سورۃ یوسف:40)

جو اہلِ توحید میں سے ہوگا، وہی ہدایت پر ہوگا، وہی کامیاب ہوگا اور اسی کی آخرت بہتر ہوگی۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۖ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۚ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ﴾

”اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اے لوگو، صرف اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔ بعض لوگوں کو تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور بعض پر گمراہی ثابت ہوگئی، تم خود زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟“ (سورۃ النحل:36)

اسی طرح کلمہ توحید پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَـٰهًا آخَرَ ۘ لَا إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴾

”اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارنا، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں، ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے اس کی ذات کے۔ اسی کا حکم ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“ (سورۃ القصص:88)

اسی طرح محمد ﷺ کی رسالت پر زور دیتے ہوئے فرمایا: ﴿مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ﴾

”محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں“ (سورۃ محمد: 29)

ایک جگہ فرمایا:

﴿ مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ

وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴾

"(لوگو) محمد تم میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے" (سورۃ الاحزاب:40)

کلمۂ توحید کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی باتوں کو حق تسلیم کیا جائے، جن چیزوں کا آپ ﷺ نے حکم دیا ہے، ان کی پابندی کی جائے، جن سے آپ ﷺ نے روکا ہے، ان سے بچا جائے اور اللہ کی عبادت صرف اس طریقے سے کی جائے جو آپ ﷺ نے بتایا ہے۔

یاد رہے کہ آپ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے میں سے اولین چیز پانچ نمازیں ادا کرنا ہے، پھر زکوۃ ہے، جسے فقراء اور مساکین کی مدد کرنے کے لئے ادا کیا جاتا ہے۔ اسی طرح معاشرے کے مختلف مفادات پر خرچ ہونے والا مال بھی صدقہ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ﴾

"اور نمازوں کو قائم کرو اور زکوۃ دو۔" (سورۃ البقرۃ: 43)

احکامِ الٰہی میں رمضان کے روزے رکھنا بھی شامل ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ﴾

" تم میں سے جو شخص رمضان کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہئے" (سورۃ البقرۃ:185)

اسی طرح حج بیت اللہ بھی اللہ کا حکم ہے۔ فرمایا:

﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾(سورۃ آل عمران:97)

" لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے، اور جو کوئی اس حکم کے ماننے سے انکار کرے تو اسے معلوم ہو جانا چاہیے کہ اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔"

یہ اسلام کے پانچ ارکان ہیں، جنہیں بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

"الإسلامُ أن تشهدَ أن لا إلهَ إلا اللهُ وأن محمدًا رسولُ اللهِ، وتقيمَ الصلاةَ، وتؤتِيَ الزكاةَ، وتحجَّ البيتَ" (صحیح مسلم:8)

"اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔"

اسی طرح ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اللہ کے فرشتوں پر، اللہ کی کتابوں پر، اللہ کے رسولوں پر، یوم آخرت پر اور اچھی اور بری تقدیر پر ایمان رکھو۔

جبکہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت یوں کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہیں تو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اے بیت اللہ کے حاجیو! حج کے موقع پر جو خطبہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا، اس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

"يا أيُّها النّاسُ، ألا إنّ ربّكم واحدٌ، وإنّ أباكم واحدٌ، ألا لا فَضْلَ لِعَربيٍّ على أعجَميٍّ، ولا لعَجَميٍّ على عرَبيٍّ، ولا أحمَرَ على أسوَدَ، ولا أسوَدَ على أحمَرَ إلّا بالتَّقْوى، ألا هل بلّغتُ؟ إنّ دماءَكم وأموالَكم عليكم حرامٌ كحُرمةِ يومِكم هذا في بلدِكم هذا" (حلية الأولياء:3/100، السلسلة الصحيحة:2700)

"اے لوگو! آپ کا رب بھی ایک ہے اور آپ کا اللہ بھی ایک ہے۔ سنو! کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کالے پر، یا کالے کو کسی گورے پر کوئی برتری نہیں۔ تم میں معزز ترین وہ ہے جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ سنو! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے؟ اللہ نے تمہاری جانیں، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے کے لئے یوں محترم رکھی ہیں، جیسے اس مہینے اور اس شہر میں اس دن کو محترم رکھا ہے۔

زبانوں رنگوں اور برادریوں کا اختلاف کسی لڑائی جھگڑے کی بنیاد نہیں ہونا چاہیے، بلکہ یہ تو کائنات میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالِمِينَ﴾

"اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا مختلف ہونا بھی ہے، دانش مندوں کے لئے اس میں یقیناً بڑی نشانیاں ہیں۔" (سورۃ الروم:22)

بہت سی آیات اور احادیث میں اس چیز کی تاکید کی گئی ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر اور اتحاد اتفاق کے ساتھ رہیں، اجتماعیت کا حکم دیا گیا ہے، محبت اور الفت قائم رکھنے کی تاکید کی گئی ہے، تنازعہ، اختلافات اور جھگڑوں سے دور رہنے کا کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ﴾

"اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پھر تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے۔" (سورۃ آل عمران:

103)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"يَرضى لكم أنْ تَعبُدوه ولا تُشرِكوا به شيئًا، وأنْ تَعتَصِموا بحبلِ اللهِ جميعًا ولا تَفرّقوا" (صحیح مسلم:1715)

"اللہ تمہارے لیے پسند کرتا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، وہ یہ بھی پسند کرتا ہے تم سب مل کر اس کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور اختلافات میں نہ پڑو۔"

اسی لئے اللہ تبارک وتعالی نے اپنے نبی کریم ﷺ پر مہربانی فرما کر صحابہ کرام کو آپ ﷺ کے گرد اکٹھا فرمادیا۔ فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ۝ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ۚ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

"وہی ہے جس نے آپ کو اپنی مدد کے ذریعے اور اہل ایمان کے ذریعے طاقت بخشی، اور اسی نے مسلمانوں کے دلوں میں باہمی الفت پیدا فرمادی۔ اگر آپ وہ سب کچھ جو زمین میں ہے خرچ کر ڈالتے تو بھی آپ ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کرسکتے لیکن اللہ نے ان کے درمیان محبت پیدا فرمادی۔ بیشک وہ بڑے غلبہ والا حکمت والا ہے۔" (سورۃ الانفال: 62-63)

اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے اختلافات سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾

"بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کردیا اور گروہ گروہ بن گئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں بس ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔ انہیں ان کے اعمال کی خبر دے دے گا" (سورۃ الانعام:159)

اسی طرح:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (سورۃ آل عمران:105)

"تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا، اور اختلاف کیا، انہیں لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔"

اتحاد واتفاق کو اتنی اہمیت اس لئے دی گئی ہے کہ دنیا اور آخرت کے فوائد اسی پر منحصر ہیں۔ یہ موجود ہو، تو ہی گناہوں سے بچا جاسکتا ہے، نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں تعاون ہوسکتا ہے، اسی کے ساتھ نصرت ملتی ہے اور اسی کے ساتھ باطل کا قلع قمع ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ دشمنوں پر غلبہ حاصل ہوتا ہے اور گھات لگا کر بیٹھے حاسدوں کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔

ہاں، مگر جب اختلافات پیدا ہوجاتے ہیں تو لوگوں کے دلوں میں نفرتیں پیدا ہوجاتی ہیں، خواہش پرستی نظر آنے لگتی ہے، مخالفت میں لوگ ایک دوسرے کے مقابل آجاتے ہیں، حرام طریقوں سے لوگوں کو قتل کیا جاتا ہے، ناجائز طریقوں سے لوگوں کا مال کھایا جاتا ہے، لوگ حرام کا رخ کرنے لگتے ہیں۔ امت کے لئے تعمیر وترقی کی راہ پر چلنا مشکل اور نیکیوں پر قائم رہنا دشوار ہوجاتا ہے، رسول اکرم ﷺ کا فرمان:

"مثلُ المؤمنين في توادِّهم وتراحمِهم وتعاطفِهم كمثلِ الجسدِ الواحدِ إذا اشتكى منه عضوٌ تداعى له سائرُ الجسدِ بالحمى والسهرِ" (صحیح بخاری: 6011)

"مسلمانوں کی باہمی مودت، محبت اور ہمدردی کی مثال ایک جسم کی ہے، جس کا ایک حصہ بیمار ہوجائے تو سارا جسم بے تابی اور بخار میں رہتا ہے"

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"المُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كالبُنْيانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا" (صحیح بخاری: 6026)

"مومنوں کے باہمی تعلق کی مثال ایک دیوار کی ہے، جس کا ہر حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچاتا ہے۔"

اجتماعیت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے، جو اسے چھوڑتا ہے اس کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔

اجتماعیت کی اہمیت دیکھنی ہو تو ان اثرات کو دیکھ لینا چاہیے جو تفرقہ بازی اور اختلافات کی وجہ سے رونما ہوتے ہیں۔ خواہ وہ معاشرتی سطح پر ہوں یا خاندانی اور افراد کی سطح پر۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ﴾ (سورۃ البقرہ:176)

"مگر جن لوگوں نے کتاب میں اختلاف نکالے وہ اپنے جھگڑوں میں حق سے بہت دور نکل گئے۔"

اسی لئے شریعت نے یہ اہتمام کیا ہے کہ تخریب کاری اور معاشرتی تباہی کے تمام راستوں کو بند کیا جائے، جو سماج کو برباد کردیتے ہیں۔ اسلام نے معاشرے کے گرد ایسا مضبوط حصار قائم کیا ہے کہ جو معاشرتی بنیادوں کو کھوکھلا ہونے سے روکتا ہے اور معاشرتی بنیاد کو خرابی سے بچاتا ہے۔ اس تحفظ کا اہتمام خاندانی اور افراد کی سطح پر ہی نہیں بلکہ ملکی اور عالمی سطح پر بھی کیا جاتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اختلافات کی صورت میں مسلمانوں کو کتاب وسنت کی طرف لوٹنے کا حکم دیا:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ

وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾

"اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول ﷺ کی اور اپنے ولی امر کی۔ اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ، اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے بہت اچھا ہے۔" (سورۃ النساء:59)

اسی طرح فرمایا:

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾

"اور جس جس چیز میں تمہارا اختلاف ہو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے، یہی اللہ میرا رب ہے جس پر میں نے بھروسہ کر رکھا ہے اور جس کی طرف میں جھکتا ہوں(10)" (سورۃ الشوریٰ:10)

اسی طرح فرمایا:

﴿وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ ۙ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾

"اس کتاب کو ہم نے آپ پر اس لیے اتارا ہے کہ آپ ان کے لیے ہر اس چیز کو واضح کر دیں جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں اور یہ ایمان والوں کے لیے رہنمائی اور رحمت ہے" (سورۃ النحل:64)

اللہ تعالیٰ نے اچھے اخلاق اپنانے، اچھا برتاؤ کرنے اور دوسروں کے ساتھ نرمی اور رحمت والا معاملہ کرنے کی کی تلقین فرمائی ہے۔ فرمایا:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ﴾

"اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے، سو آپ ان سے درگزر کریں اور ان کے لئے استغفار کریں اور کام کا مشورہ ان سے کیا کریں۔" (سورۃ آل عمران: 159)

اسی طرح صبر و تحمل اختیار کرنے اور دوسروں کی غلطیوں سے درگزر کرنے کی بھی تلقین کی ہے۔

فرمایا:

﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ ۖ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ (سورۃ الانفال:46)

"اور اللہ کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتے رہو، آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

اسی طرح فرمایا:

﴿وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ﴾ (سورۃ آل عمران:133)

"اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے"

اتحاد و اتفاق کے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے شریعت اسلامیہ نے معاشرتی، خاندانی اور ایمانی تعلقات کو مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں صلہ رحمی کا حکم دیا، زوجین، والدین، بیٹوں اور بیٹیوں کے حقوق بیان کئے، رشتہ داروں، قرابت داروں اور مسکینوں کے ساتھ احسان والا معاملہ کرنے کی تلقین کی۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا﴾

"اور تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں سے بھی اچھائی کرو اور نزدیکی ہمسائے اور اجنبی پڑوسی اور ہم مجلس اور مسافر سے بھی، اور جن کے تم مالک ہو چکے ہو، ان سے نیکی کیا کرو، بیشک اللہ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو تکبّر کرنے والا فخر کرنے والا ہو۔" (سورۃ النساء: 36)

حدیث میں آتا ہے:

"لا يؤمنُ أحدُكم حتى يحبّ لأخيه ما يحبُّ لنفسِه" (صحیح البخاري:13)

"تم میں سے کوئی صحیح معنوں میں مسلمان نہیں ہو سکتا، جب تک اپنے بھائی کیلئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے"

شریعتِ اسلامیہ نے نیک کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے کی تلقین کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ﴾

"نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم و زیادتی میں مدد نہ کرو۔" (سورۃ النساء:2)

نازیبا اندازِ گفتگو سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا:

﴿وَقُل لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنزَغُ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا﴾ (سورۃ الاسراء:53)

"اور میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ وہ بہت ہی اچھی

بات کیا کریں کیونکہ شیطان آپس میں فساد ڈلواتا ہے۔ بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔"

شریعت میں افواہوں اور معاشرے میں پھیلنے والی سنسنی خیز خبروں کی پیروی سے روکا گیا ہے، جن کا مقصد اجتماعیت کو ختم کرنا ہو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ﴾

" اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو پھر اپنے کیے پر پشیمانی اٹھاؤ۔" (سورۃ الحجرات:6)

اس لیے اہل اسلام کو ان مذموم حملوں سے بچنا چاہیے جو مختلف ذرائع اور طرح طرح کے طریقوں سے کیے جاتے ہیں اور جن کا مقصد اتحاد و اتفاق کو پاش پاش کرنا اور معاشرے کے ایک حصہ کو دوسرے کے خلاف بھڑکانا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بہت سی ایسی عبادات تجویز فرمائی ہیں جن کی ادائیگی کے لیے اجتماعیت ضروری ہے، جیسا کہ آپ کی یہ عبادت جس کی ادائیگی کے لیے آپ میدانِ عرفات میں اکٹھے ہوئے ہیں، اسی طرح آپ جمعہ اور جماعت کی نماز کے لیے بھی اکٹھے ہوتے ہیں۔

اجتماعیت کو فروغ دینے کا ایک اہم ذریعہ وہ بھی ہے جس کی طرف شریعت نے بھی اشارہ کیا ہے اور جو معاشرتی فلاح و بہبود سے متعلق ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ شریعت میں زکوٰۃ ادا کرنے، صدقات دینے، وقف کرنے اور خیرات کرنے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ ۗ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾

"اے ایمان والو! جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ تجارت ہے نہ دوستی اور سفارش ہو گی۔ اور کافر ہی ظالم ہیں۔" (سورۃ البقرہ:254)

جو لوگ لڑائی یا جھگڑے کا شکار ہو جاتے ہیں یا ایک دوسرے سے ناراض ہو جاتے ہیں، شریعتِ اسلامیہ نے انہیں یاد دلایا کہ وہ ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ ایسے لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی ترغیب دلائی گئی۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴾

"یاد رکھو، سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے" (سورۃ الحجرات:10)

امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی نئی نسل کی تربیت بھی اتحاد و اتفاق کی بنیاد پر کرے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ﴾ (سورۃ الانبیاء:92)

"یہ تمہاری امّت حقیقت میں ایک ہی امّت ہے اور میں تمہارا رب ہوں، پس تم میری عبادت کرو۔"

اسی طرح فرمایا:

﴿ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾

"یہی میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ اس کے راستے سے ہٹا کر تمہیں پراگندہ کر دیں گے یہ ہے وہ ہدایت جو تمہارے رب نے تمہیں کی ہے، شاید کہ تم کج روی سے بچو۔" (سورۃ الانعام:153)

اسی طرح شریعت اسلامیہ میں حاکم کی اطاعت کا حکم بھی آیا ہے۔ یہ بھی اس لیے کہ اتحاد و اتفاق کا مقصد پورا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہوئے، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اُن لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں۔" (سورۃ النساء:59)

اسی طرح صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"على المرءِ المسلمِ الطّاعةُ فيما أحبَّ وكرِه، إلّا أن يُؤمرَ بمعصيةٍ" (صحیح بخاری: 7144)

"مسلمان کا فرض یہ ہے کہ وہ اپنی پسند اور ناپسند چیزوں میں ولی امر کی اطاعت کرے، جب تک اسے کسی گناہ کا حکم نہ دیا جائے۔"

ولی امر کی اطاعت کی ایک شکل یہ ہے کہ لوگوں کو حکمرانوں کے قریب کیا جائے اور سمع واطاعت کی تلقین کی جائے، اسی طرح ملک اور قوم کے مفاد میں حکمرانوں کا ہاتھ بٹایا جائے اور ان کے لیے دعا بھی کی جائے۔

اگرچہ اتحاد و اتفاق کو قائم رکھنے اور اختلافات سے دور رہنے کا حکم ہر وقت اور ہر جگہ کے لیے ہے، مگر حج کے دوران اس کی تاکید مزید کی جاتی ہے، کیونکہ یہاں حج کے مناسک ادا کیے جاتے ہیں۔ حاجی کو ایسے تمام کاموں سے بچنا چاہیے جو اسے عبادت سے دور کر دیں، بلکہ اسے عبادت الٰہی میں اپنا سارا وقت لگانا چاہیے۔ ایسی تمام چیزوں سے دور رہنا چاہیے جو دیگر حجاج، رحمٰن کے مہمانوں کے سکون واطمینان میں خلل پیدا کرتی ہوں۔

اے مسلمانو: اے بااثر شخصیات! امت کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، اسے اتحاد و اتفاق کی طرف لانے کی کوشش کرو، فتنوں کو ختم کرو، فتنہ پروروں کا منہ بند کرو، نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کو یاد رکھو:

"يَسِّرُوا ولا تُعَسِّرُوا، وبَشِّرُوا، ولا تُنَفِّرُوا" (صحیح بخاری: 69)

"آسانیاں پیدا کرو کرو، لوگوں کے لیے مشکلات پیدا نہ کرو، خوشخبریاں دو اور لوگوں کو متنفر نہ کرو۔"

اسی طرح آپ ﷺ کے اس فرمان کو بھی یاد رکھو:

"وتَطاوَعا ولا تَخْتَلِفا" (صحیح مسلم:1733)

"مل جل کر رہو اور جھگڑوں سے بچو۔"

جو لوگ جھگڑوں کا شکار ہیں، انہیں اللہ سے ڈرنا چاہیے، ایک دوسرے کی جانوں کی حفاظت کرنی چاہیے، معاشرے کے مفادات کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا﴾

"اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔" (سورۃ الحجرات: 9)

یاد رکھو کہ حق کے معاملے میں کسی کے تابع ہونا باطل میں قائد بننے سے بہتر ہے۔ جو اللہ کے لیے کسی چیز کو ترک کرتا ہے، اللہ اسے اس سے بہتر عطا فرما دیتا ہے۔

اے بیت اللہ کے حاجیو! میدانِ عرفات میں رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اذان اور اقامت کہنے کا حکم دیا، پھر آپ ﷺ نے ظہر کی دو رکعتیں ادا کیں۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ کو اقامت کہنے کا کہا اور عصر کی دو رکعتیں ادا کیں۔ ہم بھی ان شاء اللہ ایسا ہی کریں گے۔

پھر آپ ﷺ عرفات کے میدان میں غروب آفتاب تک اپنی اونٹنی پر رہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہے۔ پھر آپ ﷺ نے مزدلفہ کا رخ کیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو تحمل مزاجی اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

"أيُّها النّاسُ علَيْكُم بالسَّكِينَةِ فإنّ البِرّ ليسَ بالإيضاعِ" (صحیح البخاري: 1671)

"اے لوگو! سکینت اور وقار اختیار کرو، کیونکہ جلد بازی کرنا کوئی نیکی نہیں ہے"

مزدلفہ پہنچ کر آپ ﷺ نے جمع اور قصر کرتے ہوئے مغرب کی تین رکعتیں اور عشاء کی دو رکعتیں ادا کیں اور پھر رات بھر مزدلفہ میں رہے۔ اول وقت میں فجر ادا کی، پھر روشنی پھیلنے تک محوِ دعا رہے، جس کے بعد منیٰ کی طرف چل پڑے، جہاں آپ ﷺ نے طلوع آفتاب کے بعد جمرہ عقبہ پر سات کنکریاں ماریں۔ پھر آپ ﷺ نے قربانی کے جانور کو ذبح کیا اور اپنا سر منڈوایا اور پھر طواف افاضہ کیا۔

ایامِ تشریق کے دوران آپ ﷺ نے منیٰ میں ہی رہے، اللہ کا ذکر کرتے رہے، روزانہ سورج ڈھلنے کے بعد تینوں جمرات کو کنکریاں مارتے، چھوٹے اور درمیانے جمرے کو کنکریاں مارنے کے بعد دعا کرتے جبکہ جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے کے بعد دعا نہ کرتے۔ جن کا کوئی عذر ہوتا انہیں نبی ﷺ نے منیٰ میں ٹھہرنے سے رخصت دے دی۔ سنت یہ ہے کہ تیرہویں تاریخ تک منیٰ میں رہا جائے اور یہی افضل بھی ہے، البتہ آپ ﷺ نے بارہ تاریخ کو منیٰ سے رخصت ہو جانے کی اجازت دی تھی۔ حج کے بعد آپ ﷺ نے واپسی کا سفر شروع کرنے سے پہلے طواف وداع کیا۔

اے بیت اللہ کے حاجیو! آپ ایک انتہائی مبارک دن اور فضیلت والی جگہ میں موجود ہیں، جہاں گناہوں کی معافی اور دعاؤں کی قبولیت کی بہت امید ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے حج میں عرفات کے دن روزہ نہیں رکھا تھا، تاکہ خوب ذکر اذکار اور دعا کر سکیں۔ تو اپنے پروردگار سے کثرت سے دعائیں کرو، اپنے لیے بھی، اپنے پیاروں کے لیے بھی اور ان لوگوں کے لئے بھی جن کے آپ کے ذمے ہیں کچھ حقوق ہیں۔ سب مسلمانوں کے لئے دعا کرو کہ اللہ ان کے احوال کو درست کرے اور انہیں اتحاد واتفاق نصیب فرمائے۔

اپنے محسنوں کے لیے دعا کرنا نہ بھولو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"من صنع إليكم معروفًا فكافئوه فإن لم تجدوا ما تكافئونه فادعوا له حتى تروا أنكم قد كافأتموه" (سنن أبي داوود: 1672)

"جو آپ کے ساتھ کوئی نیکی کرے، اس کو بدلہ دو اور اگر تم اسے بدلہ دینے کے لیے کچھ نہ پاؤ، تو اس کے لیے اتنی دعا کرو کہ آپ کو لگے کہ آپ نے اس کا قرض چکا دیا ہے۔"

مسلمانوں کے ساتھ بھلا کرنے اور ان پر بہت بڑا احسان کرنے والوں میں وہ لوگ سر فہرست ہیں جو حرمین شریفین کی خدمت اور رحمان کے مہمانوں کی آسانی کے لیے اپنی نیندیں قربان کرتے ہیں۔ ان لوگوں میں اولین نام خادم حرمین شریفین شاہ سلمان بن عبد العزیز اور ان کے ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان اور ان کے ساتھ ساتھ کام کرنے والے ہیں۔ تو اللہ سے ان کے لیے دعائیں کیجئے۔

اے زندہ و جاوید! یا ذالجلال والاکرام۔ ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ تو خادم حرمین شریفین کو کامیاب فرما۔ اے اللہ! خیر کے ہر کام میں تو اس کی مدد اور نصرت فرما۔ اے اللہ! مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کو بڑھانے کے لئے جو خدمات وہ سر انجام دے رہے ہیں، ان پر انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ اے اللہ! ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان کو برکت عطا فرما۔ اس کے ذریعے خادم حرمین کو تقویت عطا فرما۔ اسے اتحاد واتفاق کا ذریعہ بنا۔

اے اللہ حجاج کرام کا حج قبول فرما۔ ان کے معاملات آسان فرما۔ برا چاہنے والوں کے شر سے انہیں محفوظ فرما۔

اے اللہ! ان کے گناہ معاف کر کے اور ان کی حاجت مکمل کر کے انہیں ان کے ملکوں تک سلامتی کے ساتھ لوٹا دے۔

اے اللہ! مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں، مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو معاف فرما، انہیں اتحاد و اتفاق نصیب فرما۔ ان کے دلوں کی اصلاح فرما۔ ان کے معاملات کو سنبھال لے۔ انہیں ان کے ملکوں میں امن نصیب فرما۔ انہیں حق پر اکٹھا فرما۔ ان کی جانوں کی حفاظت فرما۔ انہیں ان کے رزق میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! انہیں اچھے کاموں اور اچھی باتوں کی توفیق عطا فرما۔

﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ * وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ * وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (الصافات: 180-182)

"پاک ہے تیرا رب، عزت کا مالک، اُن تمام باتوں سے جو یہ لوگ بنا رہے ہیں اور سلام ہے رسولوں پر اور ساری تعریف اللہ ربّ العالمین ہی کے لیے ہے۔"



سن ہجری کی ابتدا اور محرم الحرام

میاں عتیق الرحمن

ہجری سال اور اسلامی تقویم کا پہلا مہینہ محرم الحرام ہے، جس کی بنیاد ہجرت نبوی ﷺ کو بنایا گیا ہے، اس کا آغاز 17 ہجری کو سیدنا عمر فاروق ؓ نے کیا، اور ابتدا ہجرت سے کی۔ ضرورت اس طرح پیش آئی کہ سیدنا ابو موسیٰ اشعری ؓ جنہیں سیدنا عمر فاروق ؓ نے یمن کا گورنر مقرر کیا تھا، ان کے پاس سیدنا عمر فاروق ؓ کے فرامین آتے رہتے تھے مگر ان پر تاریخ درج نہیں ہوتی تھی، جس کی وجہ سے بعض اوقات سخت مشکلات پیش آجاتی تھیں، یا درست وقت کا علم نہیں ہوتا تھا، چنانچہ انہوں نے سیدنا عمر فاروق ؓ کا دھیان تاریخ کی طرف کیا تو انہوں نے سوچ بچار اور مشاورت کے بعد اسلامی کیلنڈر سن ہجری کا آغاز کر دیا۔

سن ہجری کا پہلا مہینہ محرم الحرام قرار دینے کی وجہ 13 نبوی ﷺ ماہ ذوالحجۃ میں بیعت عقبہ کا ہونا اور ہجرت کے لیے سازگار ماحول بنا لینا تھا، ہجرت کا منصوبہ مکمل ہونے کے بعد پہلا آنے والا مہینہ محرم تھا، تو اس بنیاد پر سن ہجری کا پہلا مہینہ محرم قرار پاگیا۔ (فتح الباری باب التاریخ حدیث 3934)

سن ہجری اپنے آغاز کے اعتبار سے منفرد اور نصیحت آموز سبق کا حامل ہے۔ دنیا میں اس وقت مروجہ کیلنڈروں کا آغاز کسی شخصیت کی پیدائش یا کسی قومی واقعہ کی یاد پر منحصر ہے جس سے کسی کو بظاہر کوئی سبق حاصل نہیں ہوتا جیسے سن عیسوی کا آغاز سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش، سن یہود کا آغاز سیدنا سلیمان علیہ السلام کی تخت نشینی کے پر شوکت واقعے، سن بکرمی کا آغاز راجہ بکرماجیت کی پیدائش سے یہ عیاں ہے۔ اسلامی کیلنڈر کے سن ہجری سے آغاز میں یہ نصیحت آموز سبق پنہاں ہے کہ مسلمان اطراف و اکناف سے مصیبتوں اور تکلیفوں میں گھر جائے، اور تمام ہمسائے، اور اہل علاقہ دشمن بن جائیں تو وہ پھر بھی ہمت ہار کر ان کے گمراہ کن راستہ پر نہیں چلتا بلکہ وہ علاقہ چھوڑ کر اپنے پروردگار کی خوشنودی کے لیے سازگار ماحول میں چلا جاتا ہے۔

اسلام دین فطرت ہے، اس نے اپنے اس طرز کو زندگی کے ہر شعبے میں بر قرار رکھا ہے، دنوں کے حساب کتاب میں بھی اسی طرز عمل کے تحت اللہ تعالیٰ نے طویل المدت حساب کتاب کے لیے چاند کو معیار قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ﴾ (سورۃ یونس 5) "وہی تو ہے کہ جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور کیا ہے، اور اس نے چاند کی منزلیں قائم کی ہیں تاکہ تم سالوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو۔"

اور بارہ مہینوں کی تعداد بھی اللہ تعالیٰ نے خود ہی مقرر فرمادی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ﴾ (سورۃ التوبہ 36) "بلا شبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی گنتی بارہ ہی ہے، اللہ کی کتاب میں جس دن سے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا، ان میں چار مہینے حرمت والے ہیں۔"

ان بارہ مہینوں کی ترتیب محرم سے شروع ہو کر ذی الحجہ پر ختم ہوتی تھی اور 4 مہینے محرم، رجب، ذیقعدہ اور ذی الحجہ اشہر حرم تھے، جن میں قتل وقتال جائز نہیں تھا۔ اہلِ عرب ان چاروں مہینوں کی حرمت کا لحاظ و پاس کرتے تھے حالانکہ ریگستان عرب کے بدوؤں اور بادیہ نشیں قبائل کی معیشت وزندگی کا دارومدار عام طور پر لوٹ مار پر تھا، قافلوں اور مسافروں کو لوٹنا ان کا مشغلہ تھا بلکہ روزی روٹی کے حصول کے لیے ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ پر حملہ آور ہوتا رہتا تھا، اسی وجہ سے عرب کی سرزمین پر خون خرابہ، قتل وقتال اور غارت گری کا ایک چلن تھا، جو قبیلہ زیادہ جنگجو ہوتا تھا اس کی عظمت وشوکت تسلیم کی جاتی تھی، مگر یہ تمام خون خرابے، لوٹ مار اشہر حرم میں موقوف کر دیے جاتے تھے۔

اہلِ عرب کے یہ روایت تھی کہ وہ سال کے چار حرمت والے مہینے اپنی مرضی سے منتخب کر لیتے تھے مگر قدرتی ترتیب کا پاس نہیں کرتے تھے۔ ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم 3 مہینے کے پے درپے حرمت والے مہینے آنے کی وجہ سے اکثر ان کے خورد ونوش کا سامان ختم ہو جاتا تھا کیونکہ اکثر بدوؤں کے قبائل کا پیشہ ہی لوٹ مار تھا، لڑائی جھگڑوں اور جنگوں سے اپنی روزی روٹی چلانے والے بھی بھوک کے ننگے ہو جاتے تھے، جس پر انہوں نے یہ حل نکالا کہ کہ حرمت والے پے درپے مہینوں میں کوئی بغیر حرمت والا مہینہ خود ہی شمار کر لیتے اور حرمت والا مہینہ اس مہینے کی جگہ لے جاتے۔ اور اس مہینے میں اپنے ناجائز چوری چکاری یا لڑائی جھگڑوں کے پیشوں سے خوب آمدن کما لیتے۔

یعنی اس سال پہلے صفر ہوگا، اس کے بعد محرم، کبھی ذی الحجہ و ذیقعدہ وغیرہ کو ختم کر کے کوئی اور مہینہ بنا دیتے تھے تاکہ وہ خوب لوٹ مار کر سکیں۔ ان سب کارستانیوں کو اللہ تعالی نے سختی سے منع کر دیا۔ ارشاد ہوا کہ:

﴿إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ﴾ (سورة التوبہ: 37) "حقیقت یہی ہے کہ مہینوں کو پیچھے کر دینا کفر ہے۔"

عربوں کے مہینوں کو آگے پیچھے کرنے سے فطری ترتیب بگڑ گئی تھی۔ جس سال آپ ﷺ نے حجۃ الوداع فرمایا تو آپ نے اپنے خطبہ میں پوچھا تھا کہ یہ کون سا دن اور کون سا مہینہ ہے، صحابہ خاموش رہے کہ شاید کوئی تبدیلی کا اعلان ہوگا لیکن جب آنحضور نے کہا کہ یہ یوم نحر نہیں؟ تو صحابہ نے کہا کہ بالکل ہے، تو پھر آپ نے فرمایا کیا یہ ماہ ذی الحجہ نہیں ہے؟ تو صحابہ نے جواب دیا کہ بالکل ہے۔ تو پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا تاریخی جملہ ارشاد فرمایا کہ

«اِنّ الزمان استدار کھیئة یوم خلق السمٰوات والارض» (صحیح بخاری: 4626؛ صحیح مسلم: 1679) "یقیناً زمانہ گھوم پھر کر اسی فطری ترتیب پر آگیا ہے جیسا کہ اللہ نے آسمان و زمین کی تخلیق کے دن ہیئت و ترتیب رکھی تھی۔"

لہٰذا اسلام کے بعد قیامت تک یہی ترتیب رہے گی اور اسی ترتیب سے محرم الحرام اسلامی کلینڈر کا پہلا مہینہ ہے، اسی نئے سال کا ہم والہانہ استقبال کر رہے ہیں، یہ سال نو اللہ کرے کہ امت محمدیہ کی سربلندی اور دینی بیداری کا سال ہو۔

محرم الحرام کی فضیلت

محرم کی پہلی فضیلت یہ ہے کہ یہ حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"سال میں 12 مہینے ہیں، ان میں سے چار حرمت والے ہیں، تین مہینے، ذوالقعدة، ذوالحجۃ اور محرم اکٹھے ہیں اور چوتھا رجب ہے جو شعبان اور جمادی الثانی کے درمیان ہے۔" (صحیح بخاری :3197)

دوسری فضیلت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے محرم کو اللہ تعالیٰ کا مہینہ کہا ہے: آپ نے فرمایا کہ

"رمضان کے بعد افضل ترین روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں۔" (صحیح مسلم 1163)

تیسری فضیلت ماہ محرم یوم عاشورہ کے روزے سے ایک سال کے گناہوں کا معاف ہونا ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے: "مجھے اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ یوم عاشورا کا روزہ گذشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔" (صحیح مسلم 1162)

محرم الحرام کے اہم تاریخی واقعات

ماہِ محرم کی دسویں تاریخ کو عاشورہ کہتے ہیں۔ انبیاء کی حیات سے متعلق اہم واقعات کے ظہور کے بیان نے یوم عاشورہ کی تاریخی اہمیت بہت زیادہ بڑھادی ہے۔ صاحب عمدة القاری نے یوم عاشورہ کو رونما ہونے والے واقعات میں سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق، ان کا جنت میں داخل ہونا اور جنت سے نکالے جانے کے بعد توبہ کا قبول ہونا، سیدنا نوح علیہ السلام کی کشتی کا جودی پہاڑ پر لگنا، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش، اور نمرود کی دہکائی ہوئی آگ میں ڈالے جانا، سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون کے مظالم سے نجات ملنا اور فرعون کا اپنے لشکر کے ساتھ دریائے نیل میں غرق ہونا سیدنا ایوب علیہ السلام کا بیماری سے شفایاب ہونا، سیدنا ادریس علیہ السلام کا آسمانوں پر اٹھالیا جانا، سیدنا سلیمان علیہ السلام کو عظیم بادشاہت نصیب ہونا، سیدنا یعقوب علیہ السلام کی بینائی کا لوٹ آنا، سیدنا یوسف علیہ السلام کا کنویں سے نکالے جانا، سیدنا یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور ان کا زندہ آسمانوں پر اٹھائے جانے کو شمار کیا ہے۔ (عمدة القاری شرح البخاری، باب صیام یوم عاشوراء:7/89)

تاریخ اسلام میں مختلف سالوں کے اس ماہ میں رونما ہونے حوادث و واقعات میں سے 3 ہجری میں سیدہ ام کلثوم بنتِ رسول اللہ ﷺ کا سیدنا عثمان سے نکاح، 6 ہجری میں غزوہ خیبر، 24 ہجری میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت، 24 ہجری میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا خلیفہ منتخب ہونا، اور 35 ہجری ان کا شہید ہونا، 37 ہجری میں واقعہ صفین، 61 ہجری میں واقعہ کربلا اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا شہید ہونا، 133 ہجری میں بنو امیہ کا قتل عام ہونا، 134 ہجری میں دارالخلافۃ کا کوفہ سے انبار منتقل ہونا، 146 ہجری میں قبرص پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ ہونا، 161 ہجری میں عباسی دور میں مسجد نبوی کی پہلی توسیع، 200 ہجری میں عباسیوں کا مردم شماری کروانا، 278ھ میں قرامطہ کا قوت پکڑنا اور جنگ کرنا، 294ھ میں شام میں قرامطہ کا ظلم وستم کے بازار گرم کرنا (یاد رہے کہ موجودہ داعش کے نظریات بھی قرامطہ سے ملتے جلتے ہیں)، 372ھ میں بغداد میں شدید قحط پڑنا، 378ھ میں بغداد میں دنیا کی سب سے بڑی رصد گاہ کا افتتاح ہونا، 449ھ میں عراق میں شدید قحط آنا اور وبائی امراض پھوٹ پڑنا، 497ھ میں انگریزوں کا عکہ پر قبضہ کرلینا، 551ھ میں بغداد میں کئی بار آگ کا لگنا، 552ھ میں شام کے تیرہ شہروں کا زلزلے سے تباہ ہوجانا اور 565ھ کے زلزلے میں 80 ہزار لوگوں کا مارے جانا، 573ھ میں انگریزوں کا واقعہ الرملہ میں لاکھوں مسلمانوں کو شہید کرنا، 656ھ میں ہلاکو خان کا بغداد کو تباہ کرنا اور 818ھ میں مصر میں طاعون اور قحط کی وبا پھوٹ پڑنا قابل ذکر ہیں۔

☆☆☆

احکام و مسائل

محرم الحرام میں بعض نئے کام

ڈاکٹر بشریٰ تسنیم

سورۃالتوبہ میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

”حقیقت یہ ہے کہ مہینوں کی تعداد جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے اس (اللہ تعالیٰ) کے نوشتہ میں بارہ ہی ہے۔ اور ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں (رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم) یہی ٹھیک ضابطہ ہے (کیلنڈر کا)، لہٰذا ان چار مہینوں میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے سب مل کر لڑو۔ جس طرح وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں اور اچھی طرح جان لو کہ اللہ تعالیٰ متقین ہی کے ساتھ ہے (یعنی متقین کا حق ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا ساتھ دے۔)“ (سورۃالتوبۃ: 36)

ان 4 مہینوں میں محرم کی مزید اہمیت رسول اکرم ﷺ کے اقوال مبارکہ سے بھی عیاں ہوتی ہے۔ محرم کا معنی ہے بہت زیادہ قابل تعظیم۔ ان مہینوں کی حرمت ابتدائے آفرینش سے ثابت ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”لوگو! زمانہ گھوم پھر کر اپنی اصلیت پر آ گیا ہے۔ سال کے بارہ مہینے ہوا کرتے ہیں۔ جن میں سے چار حرمت والے ہیں۔“(صحیح مسلم:1679)

جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے یہودیوں کو عاشوراء کا روزہ رکھتے دیکھا، آپ نے اس کی وجہ پوچھی تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ بنی اسرائیل کا فرعون سے نجات کا دن ہے، اس دن سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے شکرانے کے طور پر روزہ رکھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

” سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ موافقت رکھنے میں (ان کی خوشی میں شریک ہونے کے) ہم زیادہ حق دار ہیں۔“ آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی عاشوراء کا روزہ رکھنے کی تلقین کی۔ (صحیح بخاری: 3397)

یہودیوں کے ساتھ مشابہت سے بچنے کی خاطر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اگر میں اگلے سال دنیا میں موجود ہوا تو محرم کی نو تاریخ کو (بھی) روزہ رکھوں گا۔“ (صحیح مسلم:1134)

نبی کریم ﷺ اگلے سال اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے لیکن آپ کی تائید اور حکم باقی رہا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس ارشاد پر عمل کیا اور دسویں کے ساتھ نو یا گیارہ تاریخ کا روزہ رکھا۔

10 محرم کا روزہ رکھنا بہت اہمیت کا حامل ہے، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”رمضان المبارک کے بعد محرم الحرام کے روزے رکھنا افضل ہے۔“ (صحیح مسلم:1163)

مزید فرمایا: ”عاشورہ کے دن روزہ رکھنے سے گزشتہ ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔“ (صحیح مسلم:1162)

مذکورہ بالا احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عاشوراء کی فضیلت ابتدا ہی سے ہے مگر مسلمانوں کی اکثریت محرم اور عاشوراء کے بارے میں یہی خیال کرتی ہے کہ اس کا تعلق سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے وابستہ ہے۔

ایسی محفلوں میں شریک ہونے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کی جاتی جہاں علانیہ بدعات کا ارتکاب ہو رہا ہوتا ہے۔ بلکہ اب تو سنّی گھرانوں میں بھی مجالس و محافل اور تقریبات کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔

بدعاتِ محرم

محرم الحرام میں بہت ساری بدعات کا ارتکاب کیا جاتا ہے جن میں سے چند ایک یہ ہیں: روزہ رکھنے کی بجائے عصر کے بعد کا فاقہ کرنا، نوحہ اور ماتم، گریہ و زاری، سوگ میں کالے کپڑے پہننا، رشتہ طے نہ کرنا۔ محرم میں شادی نہ کرنا، نئے کپڑے نہ سلوانا نہ پہننا، کپڑے الٹ کر کے پہننا، بستر کی چادریں الٹی کر کے بچھانا، چارپائی الٹ کر رکھنا وغیرہ۔

نوحہ وماتم

نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو ماتم کرے، رخسار اور منہ پیٹے، گریبان پھاڑے، جاہلیت کی طرح بین ڈالے، وہ ہم میں سے نہیں۔ میں اس سے بے زار ہوں جو ماتم میں سر کے بال مونڈے یا بلند آواز سے روئے یا کپڑے پھاڑے۔“ (صحیح بخاری: 1294 ؛ صحیح مسلم: 104)

نبی ﷺ نے نوحہ کرنے والی اور اس محفل میں شامل ہو کر غور سے سننے والی عورت پر لعنت بھیجی ہے۔ (سنن ابو داؤد:3130)

دو باتیں مسلمانوں میں کفر کی ہیں: نسب میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا۔ (صحیح مسلم:67)

امت کے تمام علماءِ حق کا اس بات پر اتفاق رہا ہے کہ نوحہ اور جاہلیت کے طریقے پر بین کرنا حرام ہے۔

امام ابن حجر مکی الصواعق المحرکہ میں فرماتے ہیں: ”اس بات کی بہت تاکید ہے کہ انسان روافض کی بدعات میں مشغول ہونے سے پرہیز کرے۔ نوحہ، ماتم اور بین ڈالنے سے اپنے آپ کو بچائے، اس لیے کہ یہ سب اعمال و افعال شائستہ ایمان والوں کے

اخلاق کے منافی ہیں۔ اگر نوحہ و غم جائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کی وفات کا دن اس کا زیادہ حق دار تھا۔"

شاہ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

"اہل سنت کا دستور یہ ہونا چاہیے کہ عاشوراء کو فرقہ رافضیہ کی نکالی ہوئی بدعات، مثلاً: مرثیہ، ماتم و نوحہ وغیرہ سے احتیاط کریں۔ یہ کام مومنوں کے نہیں ہیں۔۔۔ اگر ایسا جائز ہوتا تو نبی اکرم ﷺ کی وفات کا دن سب سے زیادہ غم کا دن ہے۔" (شرح سفر السعادات، ص:673)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ منہاج السنہ میں فرماتے ہیں:

"رافضیوں نے عاشوراء کو ماتم کا دن بنالیا ہے۔ نوحہ کے شعر و اشعار پڑھتے ہیں، پیاسے رہتے ہیں، رخساروں پر طمانچے مارتے ہیں، گریبان اور کپڑے پھاڑتے ہیں، کفار کی طرح چیختے چلاتے ہیں۔۔۔ یہ سب بدعات ہیں۔"

سوگ

سوگ کے حوالے سے بھی شریعت نے راہنمائی فرمائی ہے۔ اس حوالے سے شریعت کی تعلیمات درج ذیل ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو عورت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے جائز نہیں کہ میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ ہاں اپنے خاوند کے فوت ہونے پر وہ 4 ماہ 10 دن سوگ منائے گی۔" (صحیح بخاری: 1281)

گویا کسی بھی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ حرام ہے۔ بیوہ عورت پر 4 ماہ 10 دن سے زیادہ کا سوگ نہیں۔ اس مدت کے بعد اس کا سوگ میں رہنا حرام ہے۔

خلافِ سنت کام کرنا ہر مسلمان کے لیے منع ہے۔ ہر وقت اور ہر لمحہ اسوۂ رسول کی پیروی لازمی ہے۔

عشرہ محرم میں زیب و زینت سے دور رہنا، شادی نہ کرنا، اظہار غم میں ننگے سر اور ننگے پاؤں یا ننگے بدن رہنا شیطانی سوچوں کا نتیجہ ہے۔

نبی کریم ﷺ ایک بار جنازے پر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے اظہار غم کے لیے اپنے اوپر سے چادریں اتار رکھی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"کیا تم جاہلیت کا کام کرتے ہو، جاہلیت کی رسم کی مشابہت کرتے ہو۔" (مسند أحمد)

کفار سے ملتی جلتی رسمیں چاہے وہ خوشی کی ہوں یا غم کی مسلمانوں کے لیے ہرگز جائز نہیں ہیں۔ مرنے والے کی مرثیہ خوانی سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔(سنن ابن ماجہ:1592)

مرثیہ خوانی کرتے کرتے لوگ ہجو پر اتر آتے ہیں۔ ایک کی محبت میں شدت ظاہر کرنے کے لیے دوسروں کی ہتک کرتے ہیں۔ محرم میں جو مرثیہ خوانی کی مجالس منعقد ہوتی ہیں ان میں اصحابِ رسول کو گالیاں دی جاتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "میرے اصحاب کو گالی مت دینا۔" (صحیح بخاری: 3673)

مزید فرمایا:

"ڈرو اللہ تعالیٰ سے میرے اصحاب کے بارے میں۔ ان کو میرے بعد طعن و تشنیع کا نشانہ مت بنالینا (یعنی ان کی برائی نہ کرنا۔) جو ان کو دوست رکھتا ہے وہ مجھے دوست رکھتا ہے۔ جو ان سے دشمنی رکھتا ہے تو گویا وہ مجھ سے دشمنی رکھتا ہے۔" (جامع ترمذی: 3862)

علامہ غزالی رحمہ اللہ "احیاء العلوم" میں لکھتے ہیں:

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات اور نزاعات کو مجالس میں بیان نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ (بشری کمزوریوں کو زیر بحث لانے سے) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں کینہ پیدا کرنے کا باعث ہے۔ ہم تک دین ان کے ذریعے سے پہنچا ہے ۔۔۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمارے محسن ہیں۔"

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ان محفلوں میں شامل ہونا (چاہے کسی بھی نیت سے ہو، مثلاً: دوستی نبھانا) درست نہیں جہاں بزرگوں کی ہجو کی جاتی ہو۔۔۔ واقعات میں اپنی مرضی سے کمی وبیشی کر کے سنایا جاتا ہو، فرضی داستانیں سنائی جاتی ہوں۔ بدعتی مجالس میں شریک ہو کر ان کی تعداد بڑھانا بدعتی عمل میں شراکت ہی ہے۔ جو شخص کسی قوم کے مجمع کو بڑھائے وہ اسی میں سے ہو گا اور جو کسی بدعتی کے کام کو پسند کرے وہ اسی کام میں شریک ہو گا۔" (فتاویٰ عزیزیہ: 1/71-72)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلو

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں بہت ساری احادیث منقول ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔" (جامع ترمذی: 3768)

مزید فرمایا:

"یہ دونوں میرے دنیا کے دو پھول ہیں۔" (صحیح بخاری: 3753)

سیدنا حسن و سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کی والدہ محترمہ کے بارے میں نبی ﷺ کا فرمان ہے:

"سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔" (صحیح بخاری: 3624)

سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کے فضائل و مناقب بجا ہیں، البتہ بات اس وقت بگڑتی ہے جب ان کے فضائل ومناقب میں غلو کر کے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب وشتم کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تناظر میں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دین اسلام سے خارج قرار دے دیا جاتا ہے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد دنیا میں سب سے پہلے نوحہ و ماتم کرنے والا بقول روافض حضرات کے خود یزید تھا۔

ملا جعفر اپنی مشہور کتاب جلاء العیون میں لکھتا ہے کہ
”جب اہل حسین کا قافلہ کوفہ سے دمشق آیا اور یزید کے دربار میں پیش ہوا تو یزید کی بیوی ہندہ بے تاب ہو کر بے پردہ دربارِ یزید میں چلی آئی۔ یزید نے دوڑ کر اس کے سر پر کپڑا ڈال دیا اور کہا کہ گھر کے اندر جاؤ اور آلِ رسول پر نوحہ و ماتم کرو۔ ابن زیاد نے ان کے بارے میں عجلت سے کام لیا۔ میں قتلِ حسین پر ہر گز راضی نہ تھا۔۔۔ اہل بیتِ یزید نے زیور اتار کر لباس ماتم پہنا، صدائے گریہ و ماتم بلند کیا، یزید کے گھر تین روز تک ماتم برپا رہا۔ “ (جلاء العیون: 256)

تعزیہ و جلوس

ماتم کے علاوہ ایک خاص رسم تعزیہ داری ہے۔ تعزیہ کے لغوی معنی کسی مصیبت زدہ کو صبر کی تلقین کرنے اور اس کے لیے تسکین کی دعا کرنے کے ہیں۔ کسی کی موت پر صبر کی تلقین کرنا اور ڈھارس بندھانا تعزیت کرنا کہلاتا ہے۔ محرم کا تعزیہ یوں ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی قبر پر بنی ہوئی عمارت کی ایک نقل تیار کی جاتی ہے جس کو سجایا جاتا ہے۔۔۔

ہزاروں مرد اور عورتیں اس کے پاس دست بستہ تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ جھک جھک کر سلام و سجدہ کرتے ہیں اور اپنی منتیں، مرادیں اور دعائیں کرتے ہیں۔۔۔

اس کے زیر سایہ آنے کے لیے، اس کو ہاتھ لگانے کے لیے خلقت ٹوٹ پڑتی ہے کہ آفات و بلیات کے دور ہونے اور مرادیں پوری ہونے کا یہی ذریعہ ہے۔ (استغفر اللہ)

شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحفہ اثنا عشریہ باب گیارہ میں رقم طراز ہیں :
”کسی چیز کی صورت اور نقل کو اصل ٹھہرا لینا ایک وہم ہے (دنیا میں بت پرستی کا پہلا قدم اسی وہم کا نتیجہ ہے) روافض حضرات بھی اسی وہم میں مبتلا ہیں۔ یہ سیدنا علی، سیدہ فاطمہ اور سیدنا حسن و سیدنا حسین رضی اللہ عنہم کی قبروں کی نقل بنا کر خیال کرتے ہیں کہ یہ ان کی نورانی قبریں ہیں۔۔۔ فاتحہ و درود و سلام پیش کرتے ہیں، سجدے کرتے ہیں، مکھیوں سے بچانے کے لیے مور چھل ہلاتے ہیں۔“

بدعاتِ محرم کی ابتدا

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الخلفاء صفحہ: 277 میں ذکر کرتے ہیں کہ 341ھ میں ایک گروہ، جو تناسخ کا قائل تھا، ظاہر ہوا۔ ان میں سے ایک نوجوان شخص نے دعویٰ کیا کہ
سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی روح اس کے اندر حلول کر گئی ہے اور اس کی بیوی کا دعویٰ تھا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روح اس کے اندر آ گئی ہے۔ اسی گروہ کے ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ وہ خود جبرائیل ہے۔

خلیفہ وقت (مطیع باللہ القاسم) کو معلوم ہوا تو اس نے ان لوگوں کو عبرت کا نشان بنانے کا حکم دیا۔ تب اس گروہ نے مکر و فریب سے کام لے کر خود کو اہل بیت کے ساتھ منسوب کر لیا۔۔۔ معزالدولہ شیعی نے ان کو سفارش کر کے بچا لیا۔

معزالدولہ کی نسبت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
”یہ اس کے لعنتی کاموں میں سے ہے۔“
یاد رہے یہ وہی شخص ہے جس نے میلاد کی محافل برپا کرنے کی رسم سرکاری طور پر شروع کی تھی۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں مزید لکھا کہ
”معزالدولہ کے بعد اس کے بیٹے عزالدولہ نے مذہب شیعہ امامیہ کی ترویج کی اور اسی نے اذان میں کلمہ بڑھایا: ”حی علی خیر العمل“ اس کے معاون جعفر بن فلاح نے اس کو دمشق میں پھیلا دیا۔ ایک اور بات قابلِ غور ہے کہ اسی زمانے میں احادیث کے وضع کرنے کا رجحان زوروں پر تھا۔

معزالدولہ نے سب سے پہلے بغداد میں بزور حکومت عشرہ محرم میں نہایت دھوم دھام سے رسم ماتم منائی اور مخالفین پر زبانِ طعن و دشنام کا اضافہ کیا۔ (تاریخِ ابن خلدون: 3/425)

معزالدولہ نے حکم دیا کہ سب دوکانیں بند کر دی جائیں۔ خرید و فروخت کا کام روک دیا جائے ۔۔۔ لوگ ماتم کریں، کمبل کا لباس پہنیں، عورتیں پراگندہ بال اور بین کرتی ہوئی، سینے پہ دوہتڑ مارتی ہوئی شہر کا چکر لگائیں۔ (الکامل لابن اثیر: 2/197)

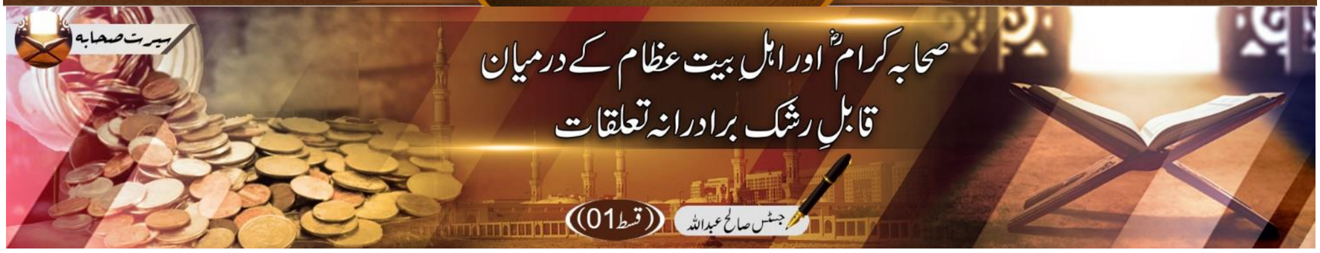
سید امیر علی ”سپرٹ آف اسلام“ میں صفحہ: 641 پر لکھتے ہیں کہ
”معزالدولہ نے بیادگار شہادت حسین رضی اللہ عنہ و دیگر شہدائے کربلا، عاشوراء محرم کو ماتم کا دن مقرر کیا۔

مولوی اعجاز حسین شیعی اپنی کتاب مرقع کربلا میں صفحہ: 79-78 میں بحوالہ تاریخ الخلفاء تسلیم کرتے ہیں کہ معزالدولہ پہلا بادشاہ مذہب امامیہ پر تھا اور اس نے سرکاری طور پر ماتم کا اہتمام کیا۔

محبت میں غلو اور افراط و تفریط کا شکار احترام امت مسلمہ کے لیے سمّ قاتل ہے۔ اس کا علاج نہ ہوا تو ہماری بحیثیت مسلمان داستاں تک نہ ہو گی داستانوں میں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں دین اسلام پر عمل پیرا ہونے اور بدعات و خرافات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆



اصحابِ رسول ﷺ کے چند اَوصاف

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امت کا ایک منفرد طبقہ تھے اور اسے وہ امتیازات اور خوبیاں حاصل تھیں جو دوسرے طبقات کو حاصل ہونا ناممکن ہیں۔ وہ شرفِ صحابیت کے مقام پر فائز ہیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے اور آپ ﷺ نے ہی ان کی تربیت کی اور انہیں تعلیم دی اور انہیں آداب سے بہرہ ور فرمایا، ان کو لے کر آپ ﷺ نے کفار سے جہاد کیا اور انہوں نے ہی آپ ﷺ کا ساتھ دیا۔ یہاں ہم ان کے اوصاف میں سے ایک وصف پر توجہ مرکوز کرتے ہیں اور وہ وصف اس لائق ہے کہ اس کی تدریس اور تشریح کی جائے اور اس کا تذکرہ ہر سو پھیلایا جائے اور وہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں اور گروہوں کے نزدیک نشان راہ بن جائے۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ وصف کون سا ہے؟ وہ ہے 'باہمی رحمت و مودّت'

ذرا سوچئے گفتگو کا آغاز اس وصف سے کرنے کی کیا وجہ ہے؟

قارئین کرام! آپ نے کیا اس مرغوب وصف کی حقیقت کے بارے میں سوچا ہے؟ بلاشبہ آپ کو اس موضوع پر بات کرنے سے بہت سے اسباب ملیں گے، لیکن میں اس مقالے کے اختصار کے پیش نظر چند اَسباب کا تذکرہ کروں گا:

پہلا سبب

صفتِ ذاتی اور اس میں پنہاں حقائق اور اَوصافِ محمودہ، اور اس صفت کے متعلق نازل ہونے والی آیات اور رسول کریم ﷺ سے منقول شدہ احادیث اور آپ ﷺ کے اخیار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی آثار۔ چنانچہ غور فرمائیے، ہمارا اللہ سبحانہ وتعالیٰ، رحمن اور رحیم ہے اور اس نے اپنے حبیب ﷺ کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لَقَد جاءَكُم رَسولٌ مِن أَنفُسِكُم عَزيزٌ عَلَيهِ ما عَنِتُّم حَريصٌ عَلَيكُم بِالمُؤمِنينَ رَءوفٌ رَحيمٌ﴾ (سورۃالتوبۃ: 128)

"تحقیق تمہارے پاس رسول آیا جو تمہاری جانوں سے ہے۔ تمہارا مشقت میں پڑنا اس پر گراں گزرتا ہے، وہ تم پر (آسانیوں کا) حریص ہے اور مومنوں کے ساتھ مشفق اور مہربان ہے۔"

اور رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

«من لا يرحم لا يرحم» "جو کسی پر رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔" (متفق علیہ)

اور صفتِ ذاتی کے متعلق گفتگو لمبی ہو جائے گی اور اس صفت کے متعلق بیان شدہ نصوص بہت زیادہ ہیں جو آپ پر مخفی نہیں ہیں۔

دوسرا سبب

یہ کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف کے لئے اس صفت کو پسند فرمایا ہے اور دوسری صفات کی بجائے اس صفت کے اختیار میں بہت سی غیر معمولی اہمیت والی حکمتیں اور فائدے ہیں اور ان کی تعریف میں اس صفت کو اختیار کرنے میں علمی اعجاز بھی ہے۔ جو انسان بھی اس نکتے پر غور کرے گا تو اس پر یہ اعجاز آشکارا ہو جائے گا، کیونکہ آیت قرآنی میں خصوصی طور پر صفت رحمت جو ان کے درمیان موجود تھی کو دوسری صفات کی بجائے اللہ نے بھی امتیاز سے بیان کیا ہے۔ اس میں ان اعتراضات اور الزامات کا رڈ ہے جو اس وقت ظاہر نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی وہ کتابوں میں لکھے گئے تھے اور بعد ازاں وہ قصہ گو حضرات کی زبانوں کا چٹخارا بن گئے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿مُحَمَّدٌ رَسولُ اللَّهِ وَالَّذينَ مَعَهُ أَشِدّاءُ عَلَى الكُفّارِ رُحَماءُ بَينَهُم تَراهُم رُكَّعًا سُجَّدًا يَبتَغونَ فَضلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضوانًا سيماهُم في وُجوهِهِم مِن أَثَرِ السُّجودِ﴾ (سورۃ الفتح: 29)

"محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر بڑے سخت ہیں اور آپس میں رحم دل ہیں، تو انہیں رکوع اور سجدے کرتے ہوئے دیکھے گا وہ اللہ کا فضل اور خوشنودی تلاش کرتے ہیں۔ انکے چہروں پر سجدوں کے اثر کی وجہ سے (شرف و وقار کی) نشانیاں ہیں۔"

تیسرا سبب

اس حقیقت کی تعیین (کہ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں رحم دل تھے) اور یہ کہ رحمت کی صفت ان کے دلوں میں جاگزیں تھی، ان روایات اور اوہام اور قصوں کہانیوں کو رڈ کر دیتی ہے جو اصحابِ رسول کی ہمارے سامنے یہ تصویر پیش کرتی ہیں کہ وہ آپس میں نامانوس اور نفور تھے اور ان کے درمیان عداوت چھائی ہوئی تھی!!

جب آپ کے نزدیک یہ حقیقت ثابت ہوگئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں رحم دل تھے اور یہ بات

آپ کے دل کی گہرائیوں میں اُتر گئی تو آپ کے دل سے ان لوگوں کے متعلق حسد و کینہ نکل جائے گا، جن کے متعلق اللہ نے دعا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ جَاءُو مِن بَعدِهِم يَقولونَ رَبَّنَا اغفِر لَنا وَلِإِخوٰنِنَا الَّذينَ سَبَقونا بِالإيمٰنِ وَلا تَجعَل فى قُلوبِنا غِلًّا لِلَّذينَ ءامَنوا رَبَّنا إِنَّكَ رَءوفٌ رَحيمٌ﴾ (سورۃ الحشر: 10)

”اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے ربّ! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان قبول کرنے میں ہم سے سبقت لے گئے اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے متعلق حسد و کینہ نہ پیدا کر جو ایمان لائے، اے ہمارے ربّ تو بخشنے والا مہربان ہے۔“

چوتھا سبب

محققین کے نزدیک معتمد اُصول یہ ہے کہ متن کا سند کے ساتھ اہتمام کیا جائے اور اسناد کے ثبوت کے بعد روایات کے متون کی طرف آیا جائے اور روایات کا مفہوم قرآن کی نصوص اور اسلام کے کلی اُصول کے مطابق سمجھا جائے۔ یہ ہے علم میں رسوخ حاصل کرنے والوں کا طور طریقہ، تاریخی روایات کی تحقیق میں اس منہج کی بطور خاص پابندی ضروری ہے، لیکن افسوسناک معاملہ یہ ہے کہ موٴرخین نے اَسانید پر توجہ نہیں دی اور انہوں نے تاریخ وادب کی کتابوں میں صرف روایات کی موجودگی پر اکتفا کیا ہے دوسری طرف جنہوں نے اسانید کا اہتمام کیا ہے، انہوں نے متون پر غور کرنے اور انہیں قرآن کے ساتھ موزوں کرنے میں غفلت سے کام لیا ہے۔

قارئین کرام! فیصلہ کرنے اور بہتانات کو ہوا دینے سے قبل، بلکہ اپنے تاریخی اسٹاک اور خاندانی معلومات پر اعتماد کر کے احکام صادر کرنے سے قبل بلکہ جذباتی کینے سے قبل ٹھنڈے دل سے غور کیجئے اور ان دلائل کا مطالعہ کیجئے جو میں نے درج ذیل سطور میں پیش کئے ہیں۔ یہ دلائل اپنی وضاحت و ستھرائی، قربِ فہم اور قوتِ معانی کے باوجود نامانوس تو ہیں، لیکن یہ موجودہ صورتِ حال سے ہم آہنگ ضرور ہیں اور قرآنی نص سے مطابقت اور قوت رکھتے ہیں جیسا کہ سورۂ فتح کے آخر میں ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَسولُ اللَّهِ وَالَّذينَ مَعَهُ أَشِدّاءُ عَلَى الكُفّارِ رُحَماءُ بَينَهُم تَرىٰهُم رُكَّعًا سُجَّدًا يَبتَغونَ فَضلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضوٰنًا سيماهُم فى وُجوهِهِم مِن أَثَرِ السُّجودِ ذٰلِكَ مَثَلُهُم فِى التَّورىٰةِ وَمَثَلُهُم فِى الإِنجيلِ كَزَرعٍ أَخرَجَ شَطـَٔهُ فَـٔازَرَهُ فَاستَغلَظَ فَاستَوىٰ عَلىٰ سوقِهِ يُعجِبُ الزُّرّاعَ لِيَغيظَ بِهِمُ الكُفّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذينَ ءامَنوا وَعَمِلُوا الصّـٰلِحـٰتِ مِنهُم مَغفِرَةً وَأَجرًا عَظيمًا﴾ (سورۃ الفتح: 29)

”محمد، اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت ہیں اور آپس میں رحم دل ہیں تو انہیں جھکے ہوئے سر بسجود پائے گا، وہ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی تلاش کرتے ہیں، سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر (شرافت و وقار کی) نشانیاں ہیں۔ ان کے یہی اَوصاف تورات میں بیان ہوئے ہیں اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں اس کھیتی کی طرح جس نے اپنی کونپل نکالی پھر اس کو مضبوط کیا پھر وہ موٹی ہوئی پھر وہ اپنی نال پر کھڑی ہوئی اور کسانوں کو خوش کرنے لگی تا کہ اللہ ان (کی قوت و شوکت) کے ساتھ کفار کا دل جلائے۔ اللہ نے ان لوگوں کے ساتھ جو ان میں سے ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کئے، مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا:

﴿وَالَّذينَ جاءو مِن بَعدِهِم يَقولونَ رَبَّنَا اغفِر لَنا وَلِإِخوٰنِنَا الَّذينَ سَبَقونا بِالإيمٰنِ وَلا تَجعَل فى قُلوبِنا غِلًّا لِلَّذينَ ءامَنوا رَبَّنا إِنَّكَ رَءوفٌ رَحيمٌ﴾ (سورۃ الحشر: 10)

”(اور مالِ فے سے ان لوگوں کا بھی حصہ ہے) جو ان (مہاجرین) کے بعد آئے اور وہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے ایمان قبول کرنے میں سبقت لے گئے اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے متعلق کینہ و کدورت پیدا نہ کر جو ایمان لائے، اے ہمارے رب تو بلاشبہ شفقت کرنے والا مہربان ہے۔“

اللہ آپ کی نگہبانی فرمائے، آپ مذکورہ بالا آیات کو پڑھیں اور ان کے معانی میں غور وفکر کریں۔ ان آیات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باہمی محبت کی گواہی اللہ تعالیٰ نے خود دی ہے۔

پہلا مبحث: دلالۃ التسمیۃ

اسم (نام) کا مسمّیٰ (نامزد انسان) پر اشارہ ہوتا ہے اور وہ اس کا ایسا نشان بن جاتا ہے جو اسے دوسرے انسانوں سے جدا کرتا ہے اور لوگوں میں نام رکھنے کی روش رواج پاچکی ہے اور کوئی عقل مند انسان نام کی اہمیت میں شک نہیں کر سکتا، کیونکہ اس کے ساتھ ہی پیدا ہونے والے بچے کو پہچانا جاتا ہے اور اسے اس کے بھائیوں اور دیگر بچوں سے شناخت کیا جاتا ہے اور وہ اس کی اور اس کے بعد اس کی اولاد کی علامت بن جاتا ہے۔ انسان فنا ہو جاتا ہے اور اس کا نام باقی رہ جاتا ہے۔ اسم سُمُوّ سے مشتق ہے جس کا معنی بلندی ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ وِسْمٌ سے بھی مشتق ہے جس کا معنی علامت ہوتا ہے۔ یہ تمام الفاظ پیدا ہونے والے بچے کے نام کی اہمیت پر دلالت کرتے ہیں۔

والد کی نفسیات اور محبت وجاہت کا اندازہ لگانے میں نام کی اہمیت مخفی نہیں ہے، ان میں سے ایک یہ بھی

ہے کہ نام کا انتخاب والد کی دین داری اور عقل پر دلالت کرتا ہے، کیا آپ نے کبھی سنا کہ عیسائی اور یہودی اپنی اولاد کا نام محمد ﷺ رکھتے ہوں؟ یا مسلمان اپنی اولاد کا نام لات اور عزیٰ رکھتے ہوں؟

ایسے ہی نام سے بیٹے کا اپنے باپ سے ربط ہوتا ہے، باپ اور گھر والے اپنے بچے کو اس نام سے ہی پکارتے ہیں جو انہوں نے پسند کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ خاندان کے افراد کے درمیان اسم (نام) کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے۔ دورِ قدیم میں کہا جاتا تھا: ما اسمك أعرف أباك "آپ کا نام کیا ہے تاکہ اس کے ذریعے تیرے باپ کو پہچانوں..."

(دیکھئے تسمیۃ المولود مؤلفہ بکر بن عبد اللہ ابو زید)

اسلام میں نام کی اہمیت

نام کی اہمیت کو پہچاننے کے لئے ناموں کے متعلق شریعت کا اہتمام ہی کافی ہے۔ چنانچہ حضرت رسولِ کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم میں بعض مردوں اور عورتوں کے نام بدل دیے تھے۔ بلکہ آپ ﷺ نے 'شہنشاہ' جیسے نام رکھنے سے روک دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ ناپسند اور قبیح نام والا وہ شخص ہے جو 'شہنشاہ' کے نام سے ہو اور آپ ﷺ نے عبد اللہ و عبد الرحمن جیسے نام رکھنے کی تاکید فرمائی، کیونکہ ان میں مسمّٰی (نام والے) کے اللہ کے بندہ ہونے کی علامت پائی جاتی ہے۔"

رسول مقبول ﷺ نے فرمایا: «أحب الأسماء إلى الله عبدالله وعبدالرحمن»

"اللہ کے ہاں محبوب ترین نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہیں۔"

آپ ﷺ کو اچھا نام پسند ہوتا تھا اور آپ ﷺ اس کے ذریعے نیک فال لیتے تھے اور یہ بات آپ ﷺ کی سیرت کا علم رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں۔

علمائے اُصول و لغت کے ہاں یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ ناموں میں واضح اِشارات اور معانی ہوتے ہیں جو شخصیت میں پنہاں چیزوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور اس مسئلہ کی تحقیق لغت اور اُصولِ فقہ کی کتابوں میں موجود ہے اور علمائے کرام نے اس مسئلہ پر اور اس کے متعلقات اور اس سے پیدا ہونے والے بہت سے مسائل پر طویل بحث کی ہے۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں...

☆ آپ اپنے بچوں کے نام کس چیز کو مد نظر رکھ کر ٹھہراتے ہیں؟

☆ کیا آپ اپنی اولاد کے لئے وہی نام نہیں پسند کرتے جس کا معنی آپ کے نزدیک یا بچے کی ماں اور گھر والوں کے نزدیک پیارا ہوتا ہے؟

☆ کیا آپ اپنی اولاد کے نام اپنے دشمنوں کے ناموں پر رکھنا پسند کریں گے؟

کیا عقل اس بات کو مانتی ہے کہ ہم اپنے لئے تو وہ نام پسند کریں جو ہمارے نزدیک تو کسی معنی اور مفہوم کے حامل ہوں اور پیغمبر کے بعد سب انسانوں سے افضل ہستیوں کے متعلق کہا جائے کہ انہوں نے بعض سیاسی اور معاشرتی وجوہات سے مجبور ہو کر یہ نام رکھے تھے اور اس نام کا مفہوم اور دلالت ان کے پیش نظر نہیں تھی۔

اُمت کے عقل مند ترین لوگ، قائد اور اپنی ذات و حسب کے اعتبار سے عزت دار شخصیتوں کو تو وسیع انسانی کمالات سے محروم کر دیا جائے اور انہیں اس بات کا حق نہ دیا جائے کہ وہ اپنی اولادوں کے نام ان شخصیتوں کے ناموں پر رکھیں جن کی فضیلت اور محبت کا انہیں اعتراف ہے بلکہ (وہاں ہم یہ غلط نظریہ اپنا لیں کہ) انہوں نے کچھ بچوں کے نام اپنے دشمنوں کے نام پر رکھ لئے تھے۔ بھلا آپ اس بات کی تصدیق کریں گے؟

اور یہ بات بھی آپ کے علم میں ہونی چاہئے کہ نام صرف ایک فرد کا نہیں بلکہ اولاد میں کئی افراد کا ہو، اور وہ بھی عداوت مٹ جانے کے صدیوں بعد نہیں بلکہ (مدعیانِ حبِ اہل بیت کے بقول) عداوت کے عروج کے دور میں، درحقیقت پیار و محبت کے عروج کے دور میں رکھا گیا ہو۔

نام تجویز کرنے کا مسئلہ نہایت اہم ہے، اس کی تحقیق اور اس کا اہتمام نہایت ضروری ہے، کیونکہ اس میں بہت بڑے اشارے اور دلائل ہیں۔ اس میں اس داستانوں اور وسوسوں اور خیالی قصوں کا ردّ بھی ہے اور دل و جذبات کو اپیل کرنے کا موقع بھی اور اس میں عقل مندوں کے لئے عقل مندوں کو قائل کرنے کا مواد بھی ہے جسے ردّ کرنا اور اس کی تاویل کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس تمہید کے بعد ہم اصل مقصد کی طرف لوٹتے ہیں:

1. امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خلفاء ثلاثہ سے شدید محبت کی بنا پر اپنے چند بچوں کے نام ان کے ناموں پر رکھے اور وہ یہ ہیں:

☆ ابو بکر بن علی بن ابی طالب جو اپنے بھائی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔ ان پر اور ان کے باپ پر اعلیٰ و افضل درود و سلام ہو۔

☆ سیدنا عمر بن علی بن ابی طالب جو اپنے بھائی حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ معرکہ کربلا میں شہید ہوئے۔ ان پر اور ان کے باپ پر اعلیٰ و افضل درود و سلام ہو۔

☆ عثمان بن علی بن ابی طالب جو اپنے بھائی حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ حادثہ کربلا میں شہید ہوئے۔ ان پر اور ان کے باپ پر اعلیٰ و افضل درود و سلام ہو۔

2. امیر المومنین سیدنا حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما نے جنہیں عظیم قربانی کی بدولت فرشتہ رحمت کا لقب دیا گیا... اپنی اولاد کے نام

☆ ابو بکر بن حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما

☆عمر بن حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما

☆طلحہ بن حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم رکھے اور یہ سب اپنے چچا سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔

3. ریاضِ رسول کے مشک بار پھول سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے بیٹے کا نام

☆عمر بن حسین رضی اللہ عنہ رکھا۔

4 مدعیانِ حبِ اہلِ بیت کے چوتھے امام سید التابعین علی بن حسین رضی اللہ عنہ، زین العابدین نے اپنی بیٹی کا نام

☆عائشہ بنت علی بن حسین رضی اللہ عنہ رکھا اور ان سے ان کی نسل بھی موجود ہے۔

علاوہ ازیں دیگر اہلِ بیت کرام مثلاً سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اور سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی اولاد میں بھی یہ نام آپ کو ملیں گے۔ یہاں ان کے ایسے ناموں کا شمار تو مقصود نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ نام رکھنے کا یہ عمل ہمارے مقصد پر بخوبی دلالت کرتا ہے جیسا کہ سیدنا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد کے ناموں کا ذکر ہو چکا ہے... ان پر اللہ کی طرف سے ہزار ہا درود و سلام ہو!

مناقشہ

روافض میں سے چند لوگ اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادوں رضی اللہ عنہم نے اپنی اولاد کے نام ان ناموں پر رکھے ہوں، لیکن یہ ان لوگوں کا طرزِ عمل ہے جنہیں علم الانساب والاسماء کا علم نہیں ہے اور کتابوں سے ان کا تعلق بھی محدود ہے اور بحمد اللہ ایسے لوگوں کی تعداد تھوڑی ہے۔ دوسری طرف کبار ائمہ اور علمائے شیعہ نے ایسے لوگوں کی تردید کی ہے، کیونکہ ان ناموں کے وجود کے دلائل حقیقی اور قطعی ہیں اور ان کی اولاد کے وجود پر دال ہیں اور یہ شیعہ کی معتمد کتابوں حتیٰ کہ سانحہ کربلا کی روایات میں بھی موجود ہیں، کیونکہ سیدنا ابو بکر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما، اس طرح ابو بکر بن حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور علاوہ ازیں دیگر نوجوانانِ اہلِ بیت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی شہید ہوئے تھے۔

یہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور شیعہ نے اپنی کتابوں میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور آپ یہ نہ کہیں کہ ہم 'حسینیات' میں تو یہ نام نہیں سنتے اور نہ ہی ماتم کے دنوں میں ان کا تذکرہ ہوتا ہے کیونکہ عدمِ ذکر، عدمِ وجود پر دلالت نہیں کرتا۔ کربلا کی آزمائش میں سیدنا عمر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اور سیدنا عمر بن حسن رضی اللہ عنہما السبط کی جواں مردی ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔

مقصد یہ ہے کہ ائمہ کرام کا اپنی اولاد کے نام، سیدنا ابو بکر و عمر و عثمان و عائشہ رضی اللہ عنہم وغیر ہم کبار صحابہ کے نام پر رکھنے کا مسئلہ ایسا ہے کہ آپ کو روافض کے ہاں سے اس کا تسلی بخش جواب نہ ملے گا، کیونکہ یہ تو ممکن نہیں کہ ہم ناموں کے معاملے کو بلا دلالت و معنی قرار دیں اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ ہم اسے اہل السنہ کی روافض کتب میں دسیسہ کاری قرار دیں، کیونکہ اس طرح کرنے کا مطلب تمام کتابوں کی تمام روایات میں تشکیک پیدا کرنا ہوگا۔ ممکن ہے کہ جو چیز روافض کو پسند نہ آئے وہ کہہ دیں کہ یہ دسیسہ کاری ہے!!

خصوصی طور پر اس صورت میں کہ ہر عالم کو روایات قبول کرنے یا رد کرنے کا حق ہے، اس لئے کہ ان کے ہاں اس کا کوئی ضابطہ نہیں ہے۔ بیک وقت ہنسا اور رُلا دینے والا نادر قول یہ ہے کہ کبار صحابہ کے ناموں پر نام رکھنے کی غرض تقیہ کے طور پر انہیں سب و شتم کرنا ہے!!

سبحان اللہ! کیا ہمارے لئے جائز ہے کہ ہم یہ نظریہ رکھیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں اور عام مسلمانوں کو دھوکا دیتے تھے؟ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس غرض سے اپنی اولاد کو کیوں دکھ دیتے تھے؟ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ان ناموں کے ذریعے کن سے بچاؤ کی توقع تھی؟ آپ کی شجاعت اور عزتِ نفس اس بات سے انکار کرتی ہے کہ وہ بنو تیم یا بنو عدی یا بنو اُمیہ کی وجہ سے اپنے آپ کو یا اپنی اولاد کی توہین کرتے ہوں۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سیرت کا مطالعہ کرنے والا حق الیقین رکھتا ہے کہ آپ بہادر ترین آدمی تھے، برخلاف ان جھوٹی روایات کے جو انہیں ایسا بزدل ثابت کرتی ہیں کہ وہ اپنے دین اور اپنی عزت و تکریم کی پامالی پر چپ سادھ لیتے تھے۔ افسوسناک معاملہ یہ ہے کہ ایسی روایات ان کی کتابوں میں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔

نتیجہ یہ ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور آپ کے صاحبزادوں جیسے ائمہ اہلِ بیت کا طرزِ عمل، عقلی، نفسیاتی اور حقیقی اعتبار سے اس بات کی مضبوط دلیل ہے کہ اہلِ بیت سچے دل سے خلفاءے راشدین اور تمام اصحابِ رسول ﷺ سے محبت رکھتے تھے اور آپ بذاتِ خود بھی اس صورتِ حال کا اندازہ کر سکتے ہیں اور اسے جھٹلانے کی مجال نہیں اور یہ صورتِ حال اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تصدیق کرتی ہے کہ

﴿مُحَمَّدٌ رَسولُ اللهِ وَالَّذينَ مَعَهُ أَشِدّاءُ عَلَى الكُفّارِ رُحَماءُ بَينَهُم تَراهُم رُكَّعًا سُجَّدًا يَبتَغونَ فَضلًا مِنَ اللهِ وَرِضوانًا سيماهُم في وُجوهِهِم مِن أَثَرِ السُّجودِ﴾ (سورۃ الفتح: 29)

"محمد، اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت ہیں اور آپس میں رحم دل ہیں تو انہیں جھکے ہوئے سر بسجود پائے گا وہ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی تلاش کرتے ہیں، سجدوں کے اثر

سے ان کے چہروں پر (شرافت و وقار کی) نشانیاں ہیں۔" (سورۃ الفتح:29)

خود مختار و آزاد رو قارئین کرام! آیت کو دوبارہ تلاوت کریں اور اس کے معانی پر غور کریں اور صفتِ رحمت پر بھی غور فرمائیں۔

دوسرا مبحث: دلالۃ المصاہرۃ (باہمی رشتہ داریاں)

قارئین کرام! بیٹیاں جگر کے ٹکڑے اور دل کا پھول ہوتی ہیں، ہم انہیں کن کے سپرد کرتے ہیں؟ کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ انہیں کسی فاجر یا مجرم کے سپرد کریں، بلکہ ان کی ماں یا بھائی کے قاتل کے ہاتھ میں دے دیں۔ صہری اور نسبی کے الفاظ آپ کو کیا چیز باور کراتے ہیں۔

لغت میں مصاھرۃ صَاھَرَ کا مصدر ہے۔ جب آپ کسی قوم میں شادی کریں تو کہیں گے: صاھرت القوم کہ میں نے فلاں قوم سے رشتہ ناتا کیا۔

ازہری کہتے ہیں کہ صہر کا لفظ محرم عورتوں کے قریبی رشتہ داروں پر مشتمل ہے اور محرم عورتوں کے قریبی رشتہ دار اس کے والدین اور بھائی وغیرہ ہی ہوتے ہیں اور شادی کے بعد مرد کے قرابت دار محارم عورت کی صھر (سسرال) ہوتے ہیں۔ لہٰذا مرد کا صھر اس کی بیوی کے قرابت دار ہیں اور عورت کے صھر اس کے خاوند کے رشتہ دار ہیں۔

خلاصہ یہ کہ لغت میں مصاہرت کا معنی ہے: عورت کے قرابت دار، اور کبھی مرد کے قرابت داروں پر بھی صھر کا اطلاق کیا جاتا ہے، اللہ سبحان و تعالیٰ نے اس مصاہرت کو اپنی نشانیوں میں بیان کیا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِى خَلَقَ مِنَ الماءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا﴾ (سورۃ الفرقان: 54)

"اللہ وہ ذات ہے جس نے پانی سے بشر کو پیدا فرمایا اور اس کا نسبی اور سسرالی رشتہ بنایا اور تیرا ربّ قدرت والا ہے۔"

اس آیت میں غور کیجئے کہ انسان ایک بشر ہے۔ اللہ نے اسے ایسا بنایا ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ ازدواجی رشتے ناطے قائم کرتا ہے۔ نسب اور مصاہرت ایک شرعی تعلق ہے اور اللہ نے اسے نسب کے ہم پلہ قرار دیا ہے۔ 'نسب' سے مراد باپ کے قرابت دار ہیں اور بعض علما کا خیال ہے کہ ہر طرح کی مطلق قرابت داری کو نسب کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نسب اور مصاہرت کے درمیان تعلق قائم کردیا ہے اور اس تعلق میں عظیم اشارے اور دلالتیں ہیں جن سے غفلت نہیں برتنی چاہیئے۔

تاریخ مصاہرت

عربوں کے ہاں مصاہرت کا خاص مقام و مرتبہ ہے۔ وہ نسب پر فخر کے قائل ہیں اور اس بنا پر وہ اپنی بیٹیوں کے شوہروں اور ان کے مرتبہ و مقام پر بھی فخر کرتے ہیں اور وہ ان لوگوں سے اپنی بیٹیاں نہیں بیاہتے جنہیں وہ اپنے سے کم تر خیال کرتے ہوں او ران کے بارے میں یہ بات بہت مشہور ہے بلکہ ایسا بہت سے عجمی طبقات میں بھی پایا جاتا ہے اور یورپ میں آج کل اسی نسلی امتیاز کو معاشرتی مشکلات قرار دیا جاتا ہے۔

عرب لوگ اپنی عورتوں پر غیرت کھاتے ہیں اور اسی غیرت اور خوفِ عار نے بعض لوگوں کو اپنی ننھی ننھی بچیوں کو زندہ درگور کرنے تک پہنچا دیا تھا اور اسی عورت کی وجہ سے لڑائیاں ٹھن جاتیں اور خونی دریا بہہ پڑتے۔ بس اتنا اشارہ ہی طویل عبارت اور گفتگو سے بے نیاز کردیتا ہے۔ غرض یہ بات آپ سے مخفی نہیں ہے کہ اس کے اثرات آج تک باقی ہیں۔

اسلام میں مصاہرت

اسلام آیا تو اس نے بلند اخلاق اور حمیدہ اوصاف کو برقرار رکھا اور قبیح عادات و نظریات سے ہمیں منع کردیا اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے واضح کردیا کہ اصل اعتبار تقویٰ کا ہے: ﴿إِنَّ أَكرَمَكُم عِندَ اللهِ أَتقٰكُم﴾ (سورۃ الحجرات: 13)

"تم میں سے اللہ کے ہاں معزز وہ ہے جو سب سے بڑھ کر متقی ہو۔"

یہی مرتبہ و مقام شرعی میزان بھی ہے۔

آپ دیکھتے ہیں کہ فقہائے کرام نے دین، نسب اور پیشے میں برابری پر بحث کی ہے اور اس کے متعلقات پر طویل مباحث کئے ہیں کہ کیا عقدِ زواج یا اس کے لوازمات میں کفاءت (برابری) شرط ہے یا نہیں؟ اور کیا یہ بیوی کا حق ہے یا اس میں اولیا بھی شریک ہیں؟ جب انہوں نے نکاح پر گفتگو کی ہے تو اس طرح کے دیگر مباحث پر اظہارِ خیال کیا ہے۔

جہاں تک عزت و آبرو بچانے اور عورتوں پر غیرت کرنے کا مسئلہ ہے تو اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ نے اپنی آبرو کی خاطر قتل ہونے والے کو شہید قرار دیا ہے اور آپ ﷺ نے بنفس نفیس اس عورت کی خاطر لڑائی کی قیادت کی تھی جس کے پردے سے یہودیوں نے بے ہودگی کی تھی۔ اس سلسلے میں رسولِ کریم ﷺ اور یہود بنی قینقاع کے درمیان نقضِ معاہدہ کا قصہ مشہور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک یہودی نے اپنی دکان سے سونا خریدنے والی مسلمان خاتون سے چہرہ سے پردہ ہٹانے کا مطالبہ کردیا۔ اس نے انکار کیا تو اس خاتون کو غافل بیٹھی دیکھ کر اس کا کپڑا کسی چیز سے باندھ دیا۔ جب وہ کھڑی ہوئی تو اس کا چہرہ ننگا ہوگیا۔ اس نے زیادتی کا بدلہ چکانے کی صدا بلند کی تو پاس کھڑے مسلمان نوجوان نے یہودی کو قتل کردیا۔ پھر یہودی اکٹھے ہوگئے اور انہوں نے اس نوجوان کو قتل کردیا اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی طرف سے معاہدہ توڑنے کے کئی اور اسباب بھی

سامنے آگئے تھے۔

عقدِ نکاح اور اس پر گواہوں کی شرط رکھنے بلکہ حدِ قذف اور حدِ زنا وغیرہ جیسے شرعی احکام پر تدبر کرنے اور ان کی حکمتوں اور اثرات پر غور کرنے اور ان کے بارے میں قوانین پر نظر کرنے سے آپ پر اس موضوع کی اہمیت بخوبی آشکارا ہو جائے گی۔

رشتہ مصاہرت کی بنا پر بہت سے احکام مرتب ہوتے ہیں۔ عقدِ نکاح جیسے مضبوط اور پختہ قانون پر غور کریں، جب آدمی نکاح کا پیغام بھیجتا ہے تو اس کے اپنے احکام ہیں۔ چنانچہ کبھی تو قبول اور کبھی انکار ہو جاتا ہے۔ پھر نکاح کا خواہش مند بعض اوقات دوسروں کی رضامندی حاصل کرنے کی خاطر اپنے گھر والوں اور اپنے دوستوں کی معاونت بھی طلب کرتا ہے اور عورتوں کے سرپرست اور گھر والے رشتہ طلب کرنے والے سے سوال کرتے ہیں اور انہیں بھی قبول یا رڈ کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ اگرچہ اس نے تحفے بھی دیے ہوں اور قبل از نکاح حق مہر بھی دے دیا ہو۔ چنانچہ جب تک عقد مکمل نہیں ہوتا، لڑکی کے اولیا کو خاطب (نکاح کے خواہشمند) کو ردّ کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔

ایسے ہی عقد میں گواہوں کا ہونا ضروری ہے اور نکاح کی تشہیر کرنا شرعی تقاضا ہے، کیونکہ نکاح کی بنا پر کئی احکام مرتب ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ دور والوں کو قریب کرتا ہے اور انہیں صِہری رشتہ دار بناتا ہے۔ نکاح کی وجہ سے خاوند پر کئی عورتیں ہمیشہ کے لئے یا بیوی کی موجودگی تک حرام ہوتی ہیں۔ مزید طوالت کی یہاں گنجائش نہیں۔ چونکہ بعد والے موضوع کو سمجھانے کے لئے اس موضوع کی اہمیت یاد دلانا مقصود تھی۔

چنانچہ درج ذیل (حقیقت) پر غور کیجئے ...

☆ سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی بہن کے والد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کرتے ہیں۔

کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ڈر کی وجہ سے ایسا کیا تھا؟

☆ ان کی شجاعت کہاں چلی گئی؟

☆ ان کی اپنی بیٹی سے محبت کہاں گئی؟

☆ کیا وہ اپنی بیٹی معاذ اللہ ایک دشمن کے سپرد کر سکتے تھے؟

☆ اللہ کے دین کے معاملے میں ان کی غیرت کہاں گئی؟

اس طرح کے نہ ختم ہونے والے سوالات جنم لیتے رہیں گے یا پھر ہمیں یہ کہنا چاہئے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش اور اس کے ساتھ رضامندی کی وجہ سے اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کر دیا تھا۔

ہاں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیٹی سے صحیح اور شرعی نکاح کیا تھا، اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں او ر یہ نکاح دونوں خاندانوں کے درمیان محبت اور صلہ رحمی پر دلالت کرتا ہے اور ایسا کیوں نہ ہوتا۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے شوہر ہیں اور سیدہ اُمّ کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے شادی سے پہلے بھی دونوں خاندانوں میں مصاہرت قائم تھی۔

☆ دوسری مثال: امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی کافی ہے کہ

"ولدني أبوبكر مرتين" "مجھے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ جنا ہے۔"

آپ جانتے ہیں کہ امّ جعفر کون ہے؟ یہ اُمّ فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق ہیں اور اُمّ فروہ کی ماں اسماء بنت عبد الرحمن بن ابو بکر الصدیق ہے۔

دیکھئے یہاں امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام لیا ہے، محمد بن ابی بکر کا نام نہیں لیا؟ انہوں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نام کی صراحت اس بنا پر کی، کیونکہ بعض آپ کی فضیلت کا انکار کرتے ہیں جبکہ آپ کے بیٹے محمد بن ابو بکر کی فضیلت پر تمام روافض متفق ہیں۔

اللہ کو حاضر و ناظر جان کر بتایئے کہ انسان کن کے ساتھ فخر کرتا ہے؟؟

قارئین کرام! مہاجرین اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حسب و نسب میں غیر معمولی میل جول کو ہر وہ شخص جانتا ہے جسے ان کے انساب کی معرفت حاصل ہے۔ یہاں تک ان کے آزاد کردہ غلاموں کے نسب بھی ان میں داخل ہیں۔ حتیٰ کہ آزاد کردہ غلاموں نے بھی سادات و اشراف قریش کے گھرانوں میں شادیاں کیں۔

☆ ان میں ایک زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ وہ واحد صحابیؓ ہیں جن کا نام قرآن کی سورۂ احزاب میں آیا ہے۔ ان کی بیوی کون تھی؟ وہ تھیں: اُمّ المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

☆ ایسے ہی ایک اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شادی فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا قریشیہ سے کی تھی۔

☆ انہی میں سے سیدنا سالم رضی اللہ عنہ ہیں جو آزاد کردہ غلام ہیں۔ ان کی شادی ان کے آقا حضرت ابو حذیفہ قریشی نے اپنی بھتیجی ہند بنتِ ولید بن عتبہ بن ربیعہ سے کی تھی اور اس کا باپ قریش کے سادات میں سے تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان مصاہرت پر گفتگو بہت طویل ہو جائے گی، اس لئے اہل بیت اور خلفاے راشدین کے درمیان مصاہرت (رشتہ ازدواج) کی چند ایک مثالیں بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت

فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی (اُم کلثوم رضی اللہ عنہا) سے شادی کی تھی؟

حضرت جعفر بن محمد الصادق رحمہ اللہ کی والدہ محترمہ جن کا تذکرہ گذر چکا ہے، آپ جانتے ہیں کہ ان کی بڑی نانی کون تھی، یہ دونوں (ماں بیٹی) سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی پوتیاں تھیں۔

قارئین کرام! آپ دل سے شیاطین کے وسوسے دھوڈالئے اور گہری سوچ سے کام لیجئے۔ آپ مسلمان ہیں، آپ پر عقل کا مقام مخفی نہیں ہے اور جن آیات میں تدبر اور تفکر کی ترغیب ہے، وہ بہت زیادہ ہیں، ان کی تفصیل بیان کرنے کا یہاں موقع نہیں ہے، اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی عقلوں سے سوچیں اور اندھی تقلید کو چھوڑ دیں اور اس بات سے بچیں کہ بے ہودہ لوگ ہماری عقلوں سے کھیلنا شروع کردیں۔نعوذ باللہ السمیع العلیم من شیاطین الانس والجن

قارئین کرام! کیا یہ بات آپ کو پسند ہے کہ آپ کے باپ دادوں کو گالی دی جائے اور یہ کہا جائے کہ آپ کی عورتوں کی سردار خاتون زبردستی بیاہ دی گئی باوجودیکہ وہ سارے خاندان کی آبرو اور ناک تھی؟ کیا آپ کسی کہنے والے کی اس ژاژخائی کو پسند کرتے ہیں کہ وہ پہلی خاتون تھی جو ہم سے زبردستی چھین لی گئی؟ اس طرح کے ایسے نہ ختم ہونے والے سوالات اُٹھیں گے۔ کون سی عقل اس بے ہودہ گوئی کو پسند کرے گی؟! اور کون سا دل اس بے سروپا بات کو قبول کرے گا؟!

ہم اللہ سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے متعلق کینہ پیدا نہ کرے جو ایمان دار ہیں۔ اے اللہ ہمیں اپنے تمام صالحین بندوں کی محبت نصیب فرما۔ آمین!

سیدہ اُمّ کلثوم بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نکاح کے متعلق اثنا عشری روایات

تیسرا موضوع شروع کرنے سے پہلے (مناسب معلوم ہوتا ہے) کہ آپ کے سامنے چند نصوص اور واضح مفہوم والی تصریحات شیعہ کی ایسی کتابوں میں سے پیش کردی جائیں جو ان کے ہاں معتبر ہیں اور ان کے معتبر علما کی لکھی ہوئی ہیں اور ان میں سیدہ اُمّ کلثوم بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے شادی کا تذکرہ ہے...رضوان اللہ علیہم اجمعین

☆ امام صفی الدین محمد بن تاج الدین جو ابن طقطقی کے نام سے مشہور ہیں اور نامور مؤرخ اور ماہر انساب ہیں، اپنی اس کتاب میں جو انہوں نے ہلاکو خاں کے مشیر خواجہ نصیر الدین طوسی کے صاحبزادے اصیل الدین حسن کی نذر کی تھی، میں بیان کرتے ہیں:

ذكر بنات امير المومنين علي رضي الله عنه: وأُمّ كلثوم أمها فاطمة بنت رسول الله تزوجها عمر بن الخطاب فولدت له زيدًا ثم خلف عليها عبد الله بن جعفر (ص:58)

"اور اُمّ کلثوم، ان کی ماں حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ تھی۔ ان سے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شادی کی تھی، انہوں نے عمر کے بیٹے زید کو جنا۔ ان کی وفات کے بعد سیدنا عبد اللہ بن جعفر (ہاشمی) نے ان سے شادی کی۔"

☆ اور اس سلسلے میں محقق سید مہدی رجائی کا قول بھی دیکھئے۔ انہوں نے بھی حوالے ذکر کئے ہیں۔

☆ ان میں ایک تحقیق سیدنا عمر بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم کی طرف نسبت کی بنا پر عمری کہلانے والے علامہ ابوالحسن عمری کی ہے، وہ اپنی کتاب المجدی میں لکھتے ہیں :

والمعول عليه من هذه الروايات ما رأيناه آنفا من أن العباس بن عبدالمطلب زوجها عمر برضى أبيها عليه السلام وإذنه وأولدها عمر زيدا

"اور ان روایات سے معتبر بات جو ہم نے ابھی دیکھی ہے وہ یہ ہے کہ سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی رضا مندی اور اجازت سے ان کی شادی سیدنا عمر سے کردی اور انہوں نے سیدنا عمر کے بیٹے زید کو جنم دیا...الخ"

☆ بعض لوگوں نے یہاں عجیب وغریب اقوال بھی ذکر کئے ہیں کہ جن میں ایک یہ بھی ہے کہ جس عورت سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شادی کی تھی، وہ ایک جن عورت تھی یا یہ کہ اس نے ان سے صحبت نہیں کی تھی یا یہ کہ اس نے بزورِ بازو چھین کر شادی کی تھی...الخ

علامہ مجلسی کہتے ہیں کہ اس طرح مفید کا اُصولِ واقعہ سے انکار بھی منقول ہے، لیکن وہ صرف اس چیز کو بیان کرنے کے لئے ہے کہ یہ بات ان کے طرق سے ثابت نہیں ہے۔ ورنہ ان روایات اور عنقریب ذکر ہونے والی اسناد کے بعد یہ ماننے بنا چارہ نہیں کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور انہیں لے کر اپنے گھر چلے گئے۔ اس کے علاوہ اور روایات بھی ہیں جو میں نے بحار الانوار میں ذکر کی ہیں۔ لہٰذا اس واقعہ کا انکار عجیب بات ہے۔ اس بات کا اصل جواب یہ ہے کہ یہ کام تقیہ اور اضطرار کی بنا پر ہوا تھا۔ الخ (مرآۃ العقول: 45/2)

میں کہتا ہوں کہ شیعہ کے ہاں مستند ترین کتابِ حدیث 'الکافی' کے مصنف نے 'کافی' میں بہت سی احادیث ذکر کی ہیں، ان میں سے ایک حدیث اس باب میں درج ہے:

باب المتوفى عنها زوجها المدخول بها أين تعتد وما يجب عليها

حمید بن زیاد عن ابن سماعة عن محمد بن زیاد عن عبد الله بن سنان ومعاوية بن عمار عن أبي عبد الله عليه السلام قال: سألته عن المرأة المتوفى عنها زوجها أتعتد في بيتها أوحيث شاء ت ؟ قال بل حيث شاء ت: أن عليا عليه السلام لما توفى عمر أتى أُمّ كلثوم فانطلق بها إلى بيته(فروع کافی:6/155)

"باب اس مسئلہ پر کہ جس مدخولہ عورت کا خاوند فوت ہوگیا ہو وہ عدت کہاں گزارے اور اس پر کیا کچھ واجب ہے۔ حمید بن زیاد، ابن سماعہ سے بیان کرتے ہیں اور وہ محمد بن زیاد سے اوروہ عبداللہ بن سنان اور معاویہ بن عمار سے اور وہ ابوعبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہوجائے وہ عدت کے ایام اپنے گھر میں گزارے یاجہاں کہیں وہ چاہے؟ آپ نے فرمایا: بلکہ جہاں کہیں وہ چاہے۔جب سیدنا عمرؓ فوت ہوئے تھے تو سیدنا علیؓ اُم کلثوم کے پاس آئے اور انہیں لیکراپنے گھر چلے گئے۔"

قارئین کرام! میں نے بعض معاصر روافض علما سے اس شادی کے متعلق مراسلت کی توسب سے تفصیلی جواب محکمہ اوقاف و مواریث کے قاضی شیخ عبد الحمید الخطی نے لکھا۔ان کے الفاظ کاترجمہ یہ ہے:

"باقی رہا شہسوارِ اسلام سیدنا علیؓ کا سیدنا عمر فاروقؓ سے اپنی لختِ جگر کی شادی کا معاملہ تو ہم اس سے نفرت نہیں کرتے اور آپ کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے اور آپ تمام مسلمانوں کے لئے اُسوہ تھے اور آپ ﷺ نے سیدہ اُمّ حبیبہ بنت ابی سفیانؓ سے نکاح کیا تھا اور ابوسفیانؓ سیدنا عمر فاروقؓ کے مرتبہ و مقام پر نہ تھے۔ اس نکاح کے سلسلے میں جو غبار اُڑایا جاتا ہے اس کا مطلق جواز نہیں ہے۔باقی رہاتمہارایہ کہنا کہ ایک جن عورت اُمّ کلثوم کی ہم شکل بن کر ان کی جگہ سیدنا عمرؓ بن خطاب کے پاس آئی تو یہ ہنسا ہنسا کر رُلا دینے والا قول ہے اور اس لائق نہیں کہ اس پر توجہ کی جائے اور اس کیلئے وقت صرف کیا جائے اگر ہم اس طرح کی من گھڑت خرافات کی تلاش کریں تو ہمیں بہت سی ہنسا اور رُلا دینے والی باتیں ملیں گی... الخ

شیخ نے بحث کے اصل قضیے کو نہیں چھیڑا اور وہ یہ تھا کہ خاندانوں کے درمیان ربط کے لئے دلالتِ مصاہرت بغیر اطمینان اور تسلی کے نہیں ہوتی اور اس میں اَصہار(سسرالی رشتہ داروں)کے درمیان باہمی اُلفت، اُخوت اور محبت کی دلالت کی صراحت پائی جاتی ہے۔

☆ایسے ہی آپ پر یہ واضح اور روشن ترین فرق مخفی بھی نہیں ہے کہ مسلمان مرد کی کتابیہ (یہودیہ یا نصرانیہ)سے شادی جائز ہے اور کتابی مرد کی مسلمان عورت سے شادی جائز نہیں ہے، اس بات کو بھی ذرا سوچئے...!!

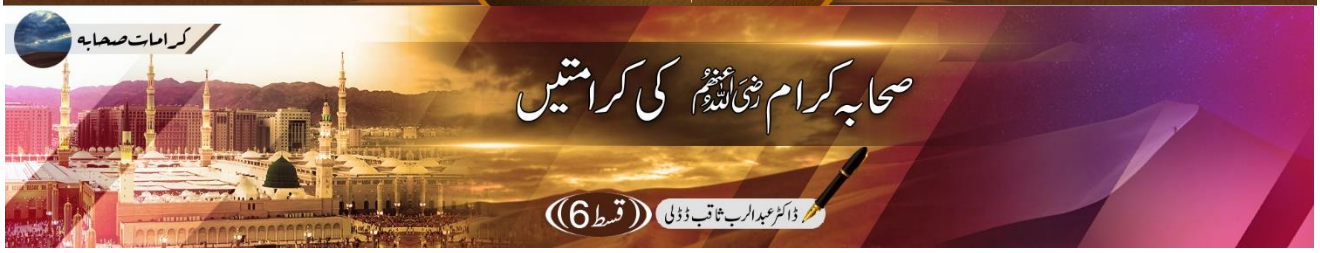
خلاصہ یہ ہے کہ اصحابِ رسول کے درمیان رشتہ مصاہرت آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہے خصوصاً خلفائے راشدین اور سیدنا علی المرتضیٰؓ کی اولاد کے درمیان اس طرح اسلام سے قبل اور اس کے بعد بنوہاشم اور بنوامیہ کے درمیان مصاہرات کے رشتے بھی مشہور ہیں اور ان میں سے زیادہ مشہور رشتہ مصاہرت رسول کریم ﷺ کا سیدنا ابوسفیان اُمویؓ کی لختِ جگر سیدہ ام حبیبہؓ سے نکاح کرنا ہے۔

مزید تفصیلات اس مقالہ کے دوسرے حصے میں دیکھیں۔یہاں اس چیز کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ مصاہرت سے نفسیاتی اور معاشرتی اثرات پیدا ہوتے ہیں، ان میں سے بڑا اثر دونوں خاندانوں کے درمیان محبت کا پھلنا پھولنا ہے ورنہ اسے تسلیم نہ کرنے کی صورت میں بہت سے اثرات رونما ہوتے ہیں اور شاید جو کچھ بیان ہوچکا ہے وہ کافی ہے اور جو کچھ بیان نہیں ہوا، اس کی ضرورت نہیں۔ وباللہ التوفیق(جاری ہے)

میرے چھوٹے بھائی محمد عبدالقدیر محمدی کے سانحۂ ارتحال پر

عبد القدیر جانبِ عقبیٰ چلا گیا — خرد وکلاں کو گھر کے رلایا چلا گیا
حیرت میں سب کو ڈالا کیا غم زدہ بہت — داغِ جدائی دے کے تھاجانا چلا گیا
ہم راہ لے کے حزنِ فراواں چلا گیا — کس شان سے وہ شہر خموشاں چلا گیا
حاصل معیت اس کو ہوئی والدین کی — جنت کی سمت شاداں و فرحاں چلا گیا
اللہ! میرے بھائی کو جنت نصیب کر — تو اپنے لطف خاص سے اس کو قریب کر

ڈاکٹر عبدالرب ثاقب ڈڈلی



سیدنا خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی نعش کو زمین نے اپنے اندر محفوظ کر لیا

اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لیے ان کافروں کی خواہش پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو اللہ کے رسول ﷺ نے ارسال فرمایا اور وہ لوگ دھوکہ دے کر ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا، ان میں جو بچے ان کو کافروں کے ہاتھ بیچ دیا تاکہ جن کے اقرباء جنگ بدر میں مارے گئے تھے وہ ان سے بدلہ لے کر اپنے غصہ کی آگ کو بجھا سکیں۔ ان میں سیدنا خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کے قتل کا بڑا اہتمام کیا گیا تھا۔ اشہر حرم (رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم) کے گزرنے کے بعد تنعیم مقام پر ہزاروں لوگ اس منظر کو دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے، ان کو قتل کرنے سے پہلے پوچھا گیا کہ تمہاری آخری خواہش کیا ہے؟ تو سیدنا خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں دو رکعت نماز پڑھنا چاہتا ہوں، چنانچہ انہوں نے مختصر نماز پڑھی اور کہا کہ میں نے نماز کو مختصر کر دیا ہے تاکہ تم یہ نہ سمجھو کہ موت کے ڈر سے میں نے نماز لمبی کر دی ہے۔ بڑے ہی ظلم و ستم ڈھا کر آپ کو شہید کر دیا اور شہادت سے قبل سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ نے کچھ اشعار بھی کہے ہیں۔

شہادت کے بعد رسول اکرم ﷺ نے عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا مکے سے تم سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کی نعش کو یہاں مدینہ منورہ لا سکتے ہو؟ چنانچہ انہوں نے اس پر رضامندی کا اظہار کیا اور چلے گئے، رات کی تاریکی میں اس درخت تک پہنچ گئے جہاں آپ کو سولی دی گئی تھی۔ سیدنا عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ درخت پر چڑھ کر اس رسی کو کھول دیا اور سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کی نعش مبارک زمین پر آ گئی۔ انہوں نے درخت سے اتر کر دیکھا تو سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کے جسد اطہر کو کس نے نہیں پایا، اس بات پر انہیں بہت تعجب ہوا اور اس کا یقین ہو گیا کہ اللہ کے حکم سے زمین نے سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کے جسد اطہر کو شق ہو کر اپنے اندر سمو لیا ہے اور محفوظ کر لیا ہے، واپس آ کر اللہ کے رسول ﷺ کو سارا واقعہ بیان کر دیا، یہ سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی کہ اللہ کے حکم سے ان کا جسد اطہر زمین نے محفوظ کر لیا۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا
(تیس پروانے شمع رسالت کے از طالب ہاشمی)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی کرامات

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر بھیجا اور ایک شخص کو امیر بنایا، جسے ساریہ کہا جاتا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ میں خطبہ دے رہے تھے کہ انہوں نے چلّانا شروع کیا کہ اے ساری پہاڑ کو لازم پکڑو، چنانچہ لشکر سے ایک قاصد آپ کے پاس آیا اور کہا کہ اے امیر المؤمنین! ہمارے دشمن نے ہمیں شکست دی تھی، پھر اچانک ایک چلّانے والے نے چلّایا کہ اے ساری پہاڑ کو مت چھوڑو، چنانچہ ہم نے پہاڑ کو ٹیک لگا دیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے دشمنوں کو شکست دے دی، بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح: حدیث نمبر 5683)

1۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں خطبہ دے رہے تھے اور کئی جلیل القدر صحابہ و تابعین تشریف فرما ہیں آپ کو ایک دور دراز علاقہ کا منظر دکھایا جانا۔

2۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا چیخ کر انہیں کہنا کہ پہاڑ کو مت چھوڑو یہ تمہارے لیے ڈھال کا کام کرے گا۔

آپ کی اسی آواز کو ساریہ تک پہنچانا جس کو سن کر انہوں نے پہاڑ کو لازم پکڑ لیا، یہ جنگ کی حکمت عملی تھی، جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بتائی تھی۔

3۔ اللہ تعالیٰ نے اس لشکر کو فتح یاب کرنا اور دشمنوں کو شکست فاش دینا۔ یہ تمام سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی کرامات تھیں جنہیں ایک قاصد نے ان تمام باتوں کی تصدیق کی۔

سیدنا کعب بن احبار رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

سیدنا نبیہ بن وہب سے مروی ہے کہ سیدنا کعب بن احبار رحمۃ اللہ علیہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور اللہ کے رسول ﷺ کا ذکر کیا تو سیدنا کعب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ اس میں فجر طلوع ہو مگر اس میں 70 ہزار فرشتے اترتے ہیں، آسمان سے اور آپ ﷺ کی قبر مبارک کو گھیر لیتے ہیں اور اپنے پروں سے قبر اقدس کو مارتے ہیں تاکہ اس سے انہیں برکت حاصل ہو اور اللہ کے رسول ﷺ پر درود پڑھتے ہیں یہاں تک کہ جب شام ہوتی ہے تو وہ فرشتے آسمان پر چلے جاتے ہیں اور اتنے ہی فرشتے آسمان سے آپ ﷺ کی قبر مبارک پر اتر آتے ہیں اور وہ بھی اسی طرح کرتے ہیں جس طرح دن کے فرشتوں نے کیا تھا، یہ عمل قیامت تک جاری رہے گا۔ یہاں تک کہ جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو آپ ﷺ کی قبر مبارک سے 70 ہزار

فرشتے آپ ﷺ کے ساتھ نکلیں گے جو آپ ﷺ کو گھیرے ہوئے ہوں گے، اسے دارمی نے روایت نے کیا ہے۔(مشکوۃ المصابیح: حدیث نمبر 5684)

اس حدیث سے سیدنا کعب بن احبار رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) کی کرامت ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ کریم نے ان کو جو فہم وبصیرت عطا فرمائی تھی، اس سے انہوں نے اس حقیقت کو جان لیا کہ آپ ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا اعزاز بخشا تھا۔

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہدایۃ الرواۃ میں لکھا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ اس کے علاوہ وہ مقطوع ہے۔

اس کے علاوہ مشکوۃ المصابیح کی حدیث نمبر 5947 کو بھی شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ المفاتیح میں ضعیف قرار دیا ہے۔

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا نیند میں سیراب ہونا

سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کو اللہ کے رسول ﷺ نے دعوت و تبلیغ کے لیے اپنی قوم کے پاس بھیجا تھا تو وہ جب وہاں پہنچے تو وہ بھوک محسوس کر رہے تھے، ان لوگوں نے کہا کہ آؤ ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ اور ہم جو کھا رہے ہیں وہ کھالو، وہ لوگ خون پی رہے تھے، ابو امامہ نے کہا کہ میں تو آپ لوگوں کو اسی سے منع کرنے کے لیے آیا ہوں کیونکہ اسلام میں خون کھانا حرام ہے اور تم مجھے اس کی دعوت دے رہے ہو۔ اس پر وہ لوگ ان کا مذاق اڑا رہے تھے کہ اسی عالم میں شدت بھوک وپیاس کی وجہ سے میں نے زمین پر سر رکھا اور میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص نے مجھے کھانے پینے کا برتن دیا اور میں نے سیراب ہو کر کھا پی لیا اور میں نیند سے بیدار ہوا تو میرا پیٹ بالکل بھرا ہوا تھا، میری قوم کے لوگ ایک برتن لائے تا کہ میں اس سے کھا پی لوں، میں نے کہا کہ میں بالکل سیراب ہو چکا ہوں، اللہ نے مجھے کھلایا اور پلایا ہے اور میں نے نہیں اپنا پیٹ دکھایا تو انہیں یقین آ گیا اور وہ تمام جو اس کرامت کا مشاہدہ کر رہے تھے، سب کے سب نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔(مجمع الزوائد: 9/386)

☆☆☆

صلی اللہ علیہ وسلم

دیدہ و دل قربان محمد صلی اللہ علیہ وسلم — وجہ سکون ارمانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
حکم خدا فرمانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم — سبحان اللہ شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نازش گل وہ، شمع سُبل وہ، رہبر کل وہ، فخر رسل وہ — ہر خوبی شایانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نام میں اعلیٰ، کام میں بالا، سب سے نرالا، کملی والا — دامن حق دامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
عابد واعبد، زاہد وازہد، ماجد وامجد، حامد واحمد — عظمت بے پایانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
مونس آدم، محسن عالم، خلق کے ہمدم، زخم کے مرہم — سب پر ہے احسانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
علم میں اعلم، فہم میں افہم، قول میں احکم، فعل میں اکرم — جاری ہے فیضان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ان کا تکلم، گل کا تبسم، ان کا تبسم، لطف وتکرم — ابرِ عطا دامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
خلق میں افضل، خلق میں اول، حسن میں اجمل، عقل میں اکمل — یہ سیرت، یہ شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نازش اختر، چاند سے بہتر، مہر سے انور، گل سے حسیں تر — حسنِ رخ تابانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ان کی محبت وجہ سعادت، ان کی اطاعت روح عبادت — ایماں ہے عرفانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نورِ ہدایت، شمع صداقت، ماہِ امانت، مہر دیانت — اللہ اللہ شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
صدق کے حامل، عدل کے منزل، حلم کے حامل، علم کے عامل — گل ہائے بستان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
دل میں مگن ہو، لب پہ سخن ہو، روح مگن ہو، طیبہ وطن ہو — عاجزِ نغمہ خوانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا عبدالرحمٰن عاجز مالیر کوٹلوی رحمہ اللہ



کتاب الصلوٰۃ: اوقاتِ نماز سے متعلق

فضل الرحمٰن حقانی، خطیب وامام محمدی مسجد نیلسن یو کے (قسط29)

حدیث نمبر:58

عَنْ عبد الله بن عمر رضي الله عَنْهما، عَنْ النبي ﷺ قال : «إِذَا اسْتَأْذَنَتْ أَحَدَكُمُ امْرَأَتُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَلَا يَمْنَعْهَا»، قَالَ : فَقَالَ بِلَالُ بْنُ عَبْدِ اللهِ : وَاَللهِ لَنَمْنَعُهُنّ، قَالَ : فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللهِ فَسَبّهُ سَبّاً سَيّئاً، مَا سَمِعْتُهُ سَبّهُ مِثْلَهُ قَطُّ، وَقَالَ : أُخْبِرُكَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَتَقُولُ: وَاَللهِ لَنَمْنَعُهُنّ؟».

فِي لَفْظٍ لمسلم:«لا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللهِ مَسَاجِدَ اللهِ». [رواه البخاري، كتاب الأذان، باب استئذان المرأة زوجها بالخروج إلى المسجد، برقم 873، دون ذكر القصة، ومسلم، كتاب الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد إذا لم يترتب عليه فتنة، برقم 34- (442)، و35- (442)]

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کی عورت مسجد جانے کی اجازت طلب کرے تو وہ اسے نہ روکے۔ بلال بن عبداللہ نے کہا: اللہ کی قسم! ہم تو انہیں ضرور روکیں گے۔ سیدنا عبداللہ اس کی طرف پلٹے اور انہیں بہت برا بھلا کہا، میں نے اس سے پہلے ان سے اس طرح کے کلمات کبھی نہیں سنے تھے۔ کہا میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بات بتاتا ہوں اور تو کہتا ہے کہ ہم انہیں ضرور روکیں گے۔“ صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ”اللہ کی بندیوں یعنی عورتوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔“ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1 : إِذَا اسْتَأْذَنَتْ: جب کوئی عورت اجازت طلب کرے۔

2 : فَلَا يَمْنَعْهَا: تو وہ اسے نہ روکے

3 : وَاللهِ: اللہ کی قسم۔

4 : لَنَمْنَعُهُنّ: ہم انہیں ضرور روکیں گے۔

5 : سَبّهُ سَبّا سَيّأً: اسے بہت برا بھلا کہا۔

6 : لَا تَمْنَعُوا: نہ روکو۔

7 : إِمَآءَ اللهِ: اللہ کی بندیاں۔

8 : مَسَاجِدَ اللهِ: اللہ کی مسجدیں

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔ عورت بغیر خاوند یا باپ یا کفیل کی اجازت کے گھر سے باہر اکیلی نہیں جاسکتی ہے حتی کہ نماز وغیرہ کے لیے بھی اجازت ضروری ہے۔ اس حکم میں بہت ساری حکمتیں ہیں اور اس میں عورت کی حفاظت کا خیال رکھا گیا ہے۔

2۔ اکیلی عورت جب نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد جانے کی اجازت طلب کرے تو اسے اجازت دینا مستحب ہے بشر طیکہ کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر عورت کو نماز وغیرہ کے لیے اجازت نہ ملے تو اس کو چاہیے کہ وہ نماز گھر پر ہی پڑھے اور مسجد نہ جائے۔

3۔ عورت کو اکیلے بغیر ضرورت کے گھر سے نہیں نکلنا چاہیے اگر ضروری نکلنا ہو تو محرم کے ساتھ نکلے یا اجازت سے نکلے۔

4۔ اسلام لوگوں کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کرتا ہے۔ ایک مسلمان کو اسلام کا حکم خوشی سے تسلیم کرنا چاہیے۔

7۔ عورت کی نماز گھر میں افضل ہے لیکن اگر مسجد میں تعلیم وتربیت کا پروگرام ہو یا مسجد میں دلی سکون وغیرہ کے لیے جانا ہو تو عورت کا اس میں شامل ہونا اور جانا مستحب ہے بشر طیکہ اجازت کے ساتھ ہو اور عورت کے ولی کو چاہیے کہ وہ اجازت دے بشر طیکہ کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔

6۔ کوئی بھی خاتون مسجد جاتے ہوئے زیب وزینت اختیار نہ کرے تاکہ یہ کسی فتنے کا باعث نہ بنے۔

7۔ جو کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے روگردانی کرے اسے ڈانٹ پلائی جاسکتی ہے۔ جیسے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے حضرت بلال کو سخت ڈانٹا۔

سنن راتبہ / مؤکدہ کے متعلق

حدیث نمبر:59

عَنْ عبد الله بن عمر رضي الله عَنْهما قال : «صَلّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ».

وَفِي لَفْظٍ:«فَأَمّا الْمَغْرِبُ وَالْعِشَاءُ وَالْجُمُعَةُ: فَفِي بَيْتِهِ».

وَفِي لَفْظٍ للبخاري : أَنّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ : حَدّثَتْنِي حَفْصَةُ : أَنّ النّبِيّ ﷺ : «كَانَ يُصَلّي سَجْدَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ بَعْدَمَا يَطْلُعُ الْفَجْرُ. وَكَانَتْ سَاعَةً لا أَدْخُلُ عَلَى النّبِيّ

ﷺ فِيهَا». [رواه البخاري، كتاب الجمعة، باب الصلاة بعد الجمعة وقبلها، برقم 937، وأبواب التهجد، باب ما جاء في التطوع مثنى مثنى، برقم 1165، واللفظ له، ومسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل السنن الراتبة قبل الفرائض وبعدهن... برقم 729.

رواه البخاري، أبواب التهجد، باب التطوع بعد المكتوبة، برقم 1172، 1173.]

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

"سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو رکعت ظہر سے پہلے اور دو رکعت ظہر کے بعد، دو رکعت جمعہ کے بعد، دو رکعت مغرب کے بعد اور دو رکعت عشاء کے بعد پڑھیں۔" ایک روایت میں مغرب، عشاء، فجر اور جمعہ کی سنتیں آپ ﷺ اپنے گھر میں ادا کیا کرتے تھے۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بتایا کہ نبی کریم ﷺ 2 ہلکی رکعتیں طلوع فجر کے بعد پڑھا کرتے تھے اور یہ ایک ایسی گھڑی تھی کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوتا تھا۔" (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1 : صَلَّيْتُ: میں نے نماز پڑھی۔

2 : رَكْعَتَيْنِ :دو رکعت۔

3 : فِيْ بَيْتِهِ:اپنے گھر میں۔

4 : يُصَلِّيْ سَجْدَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ : دو ہلکی رکعتیں پڑھتے۔

5 :بَعْدَمَا يَطْلُعُ الْفَجْرُ:بعد اسکے کہ فجر طلوع ہو۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔حدیث میں مذکور سنن راتبہ جنہیں عرف میں مؤکدہ بھی کہا جاتا ہے پابندی سے ادا کرنا مستحب ہے۔

2۔بعض احادیث میں بارہ سنتوں کی خاص فضیلت ثابت ہے وہ بارہ سنتیں یہ ہیں دو فجر کی نماز سے پہلے، چار ظہر سے پہلے اور دو بعد میں، دو مغرب کی نماز کے بعد اور دو عشاء کی نماز کے بعد۔ جو شخص ان بارہ رکعات پر ہمیشگی کرے رسول اللہ ﷺ نے اس کو جنت میں گھر کی بشارت دی ہے۔

3۔ان بارہ سنتوں کے علاوہ بھی نوافل ادا کرنے کی فضیلت ہے۔ مثلاً چار رکعات عصر کی نماز سے پہلے اور دو رکعات مغرب کی نماز سے پہلے۔

4۔فرض نماز کے علاوہ سنت و نفل مسجد کی بجائے گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

5۔فجر کی سنتیں ہلکی یعنی قرآت قدرے مختصر کے ادا کی جائیں۔

6۔فرض نماز سے پہلے اور بعد عموماً کچھ رکعات بطور سنت و نفل ہیں اس میں کئی حکمتیں ہیں مثلاً تاکہ فرض نماز کے لیے تیاری مزید بہتر ہو سکے، فرض نماز میں کمی و کوتاہی پوری ہو سکے، اپنی مرضی کی قرآت اور رکوع و سجود وغیرہ میں زیادہ تعداد میں دعائیں کی جا سکیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

حدیث نمبر:60

عَنْ عائشة رضي الله عَنْها قالت : «لَمْ يَكُنْ رسولُ الله ﷺ على شيءٍ مِنَ النّوافِلِ أَشدّ تَعاهُدَاً مِنْهُ على رَكْعَتَي الفَجْرِ».

وفي لفْظٍ لِمُسْلِمٍ : «رَكْعَتا الفَجْرِ خيرٌ مِنَ الدُّنيا وما فيها». [رواه البخاري، أبواب التهجد، باب تعاهد ركعتي الفجر، ومن سماها تطوعاً، برقم 1169، بلفظٍ في أوله: «لم يكن النبي ...»، ومسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل السنن الراتبة قبل الفرائض وبعدهن، وبيان عددهن، برقم 94- (724). رواه مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل السنن الراتبة قبل الفرائض وبعدهن... برقم 725.]

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ دیگر نوافل کا اتنا زیادہ خیال نہیں رکھتے تھے جتنا خیال فجر کی دو رکعتوں (سنتوں) کا رکھتے۔ مسلم کی روایت یہ الفاظ ہیں کہ فجر کی دو رکعتیں (سنتیں) دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہیں۔"

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1 : أَشَدُّ تَعاهُدَا :زیادہ خیال کرنا

2 : نَوَافِلِ: نفل کی جمع فرائض کے علاوہ عبادت کو نفل کہتے ہیں۔

3 : رَكْعَتَيِ الفَجْرِ:فجر کی دو رکعتیں۔

4 : خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا:دنیا سے بہتر۔

5 : وَمَا فِيْهَا:اور جو کچھ اس میں ہے۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔فجر کی سنتیں نفل ہیں مگر ان کی فضیلت اور تاکید باقی نوافل سے زیادہ ہے نبی کریم ﷺ ان کو سفر میں بھی نہیں چھوڑتے تھے۔

2۔فجر کی دو سنتیں اجر و ثواب کے اعتبار سے پوری دنیا اور اس کی دولت وغیرہ سے بہتر ہیں۔ بعض نوافل کا اجر و ثواب بہت بڑا ہے۔

3۔نبی کریم ﷺ فجر کی سنتوں کا جتنا خیال کیا کرتے تھے اتنا دیگر نوافل کا نہیں کرتے تھے۔ اس میں فجر کے وقت کی بھی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

4۔فجر کی سنتوں کی ترغیب۔

☆☆☆

فقہ وفتاویٰ

سوالات کے جوابات

ڈاکٹر صہیب حسن (لندن)

عقیدہ کے بارے میں شکوک وشبہات

سوال : ہندوستان سے ایک صاحب لکھتے ہیں کہ میں جب سے صحیح عقائد کی طرف مائل ہوا ہوں تو شکوک وشبہات جان نہیں چھوڑتے ، میں جانتا ہوں کہ یہ شیطان کی طرف سے وسوسے کی ایک شکل ہے، جو عقائد، غیبیات جیسے آخرت کا واقع ہونا، عذاب قبر کا ہونا، جنت اور جہنم کا پایا جانا وغیرہ وغیرہ ، بعض دفعہ خیالات اتنا ہجوم کر جاتے ہیں کہ مجھے اللہ کی راہ میں آگے بڑھنے کا حوصلہ نہیں ہوتا۔ مجھے اس بات کا احساس ہے کہ اگر یوم آخرت نہ ہو تو یہ دنیا بہت ہی تکلیف دہ بن کر رہ جاتی ہے کہ یہاں قتل وغارت ہے ،ناانصافی ہے، تو کیا یہ سب لوگ کوئی جزا سزا نہ پائیں گے کیونکہ دنیا میں تو وہ اپنے تعلقات کی بنا پر صاف چھوٹ جاتے ہیں۔ پھر اس عذاب قبر کے بارے میں سوچتا ہوں اور یہ بھی مانتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے لیکن پھر یہ خیال آتا ہے کہ کیا وہ حقیقی طور پر موجود رہے تھے ؟ اور پھر ان خیالات کو جھٹک دیتا ہوں، ان کی سوانح حیات موجود ہے۔ لوگوں نے انہیں دیکھا ہے، غیر مسلموں نے بھی ان کے بارے میں لکھا ہے ، ان کی قبر کا موجود ہونا بتاتا ہے کہ وہ ایک زمانہ میں زندہ تھے، میں وہ پہلا آدمی تو نہیں کہ جسے اس قسم کے خیالات سے سابقہ پڑا ہو، تو پھر یقیناً کافی تبادلہ خیال کیا گیا ہو گا، تو کیا آپ اس بارے میں کچھ وضاحت کر سکیں گے، کچھ مثالیں دے سکیں گے۔ میں صرف اپنے ایمان و یقین کو پختہ کرنا چاہتا ہوں اور کچھ نہیں۔ یہی وسوسہ وضو، غسل اور نماز کی ادائیگی کے وقت بھی آتا ہے۔ گو مجھے ان تمام باتوں پر یقین ہے لیکن کیا کروں یہ خیالات میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہے ، کیا آپ میری رہنمائی کر سکتے ہیں؟ اصل مسئلہ غیبیات ہی سے متعلق ہے اور وہی اہم ہے

جواب: غیب پر ایمان لانا ہمارے ایمان کا ایک لازمی حصہ ہے لیکن کونسا غیب؟ وہی غیب جس کے بارے میں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بتایا ہے۔

عذاب قبر ہی کو لے لیجئے۔ پہلے ہم خود قبر کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں۔ جب ہم کسی مردہ بھائی کو دفنا رہے ہوتے ہیں تو اس کے بارے میں بہت فکر مند ہوتے ہیں: سوچتے ہیں کہ ہمارا یہ بھائی ایک تنگ ، سوراخ نما قبر میں دفنایا جا رہا ہے جہاں تاریکی ہے ، تنہائی ہے۔

لیکن ذرا غور فرمائیں۔ وہ بچہ جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہے ، ابھی وہ اس دنیا میں نہیں آیا ہے ، فرض کر لیجئے کہ سائنس اتنی ترقی یافتہ ہو گئی ہے کہ ہم کسی آلہ کے ذریعے اس سے بات چیت کر سکتے ہیں اور پھر اس سے یوں مخاطب ہوتے ہیں کہ اے طفل نامولود! جس دنیا میں تم رہ رہے ہو وہ ایک بہت سی تنگ قبر نما جگہ ہے جہاں تم رحم مادر میں اپنی ماں کے خون پر گزارا کر رہے ہو لیکن ہماری دنیا جہاں تم آنے والے ہو، بہت ہی وسیع وعریض ہے۔

اس میں سورج اور چاند ہیں، دن اور رات ہیں، جنگل اور پہاڑ ہیں، صحراء اور گلستان ہیں، سواری کے لئے جانور، گاڑیاں اور جہاز ہیں۔ کھانے کے لئے انواع واقسام کے پھل اور آگ پر پکے ہوئے مطعومات ہیں تو آپ کیا سمجھتے ہیں کہ وہ بچہ جو ابھی جنین کی شکل میں رحم مادر کا جزء ہے، آپ کی بات کو تسلیم کرے گا اور وہ اس لئے کہ ابھی اس کا دماغ اس قابل نہیں کہ وہ آپ کی بات کو سمجھ سکے، لیکن کیا اس کے تسلیم نہ کرنے سے حقیقت بدل جائے گی!

ایسے ہی جب ہم قبر کے دھانے پر کھڑے ہوئے اپنے مردہ بھائی کو دفنا رہے ہوتے ہیں ۔ تو ہمیں صرف وہ گڑھا نظر آ رہا ہوتا ہے جہاں انسان کا مدفن ہے، لیکن ہماری عقل اس بات کا احاطہ کرنے سے قاصر رہ جاتی ہے کہ یہ گڑھا، اگر انسان ایمان اور عمل صالح کی دولت سے مالا مال ہے تو وہ اس کے لئے جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری بن چکی ہے اور اگر اس کا برعکس ہے تو وہ آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

دوسری بات یہ کہ عذاب قبر بھی ہماری آنکھوں سے اوجھل رہتا ہے ، ذرا اس مثال پر غور فرمائیں، نبی کریم ﷺ نے نیند کو موت کی بہن قرار دیا ہے۔ یعنی نیند موت کی مانند ہے ، ایک ہی بستر پر 2 اشخاص محو استراحت ہیں ، ایک کے منہ پر سوتے وقت مسکراہٹ نظر آتی ہے اور دوسرے کا چہرہ فق نظر آتا ہے بلکہ اس کے کراہنے کی آوازیں بھی سنائی دے رہی ہیں۔

کیوں؟ وہ اس لئے کہ پہلا شخص ایک اچھا خواب دیکھ رہا ہے اور دوسرا ایک بھیانک خواب کا تماشائی ہے۔

بعض دفعہ ایک شخص دن بھر جن کاموں میں مصروف رہتا ہے وہی اُسے خواب میں بھی نظر آتے ہیں۔ ایک کھلاڑی کو خواب میں بھی گیند بلا اور ایک دکاندار کو گاہکوں کی ریل پیل نظر آتی ہے، گویا دن

بھر کی زندگی کا عکس اب اس کے خواب میں نظر آ رہا ہے۔ ایسے میں مرنے کے بعد قبر میں انسان کی ساری زندگی کا عکس اس کے سامنے آ جاتا ہے۔ ایک نیک شخص کے لئے جنت سے آنے والی خوش گوار ہوا اور پُر لطف نیند کی شکل میں اور ایک بد کردار، بے ایمان شخص کے لئے عذاب کے کوڑوں کی شکل میں !!

مثالیں اور بھی دی جاسکتی ہیں، اتنے پر اکتفا کریں اور قرآن کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کریں کہ قرآن کے مطالعہ سے شکوک و شبہات کا ازالہ ہوتا ہے اور دل کو سکون اور قرار حاصل ہوتا ہے۔

متعدد آپریشن کے بعد بچے دانی کا منہ بند کرنے کا حکم

سوال: یہ پانچویں دفعہ ہے کہ میرے بچے کی ولادت سیز یرین آپریشن کے ذریعہ ہوئی ہے۔ لیڈی ڈاکٹر کا کہنا کہ مجھے آئندہ حمل سے بچنے کے لیے رحم کا منہ بند کروادینا چاہیے کیونکہ حمل ہونے کی صورت میں جان کو شدید خطرہ لاحق رہے گا، انٹرنیٹ پر میں نے بہت کچھ پڑھا ہے، اکثر یہ کہا گیا ہے کہ یہ نسل کشی کی صورت ہے جو کہ حرام ہے اور اس کا متبادل منصوبہ بندی ہے جس میں تین یا پانچ سال کا وقفہ دیا جاسکتا ہے۔

جواب: اگر پانچ دفعہ ایسا ہو چکا ہے اور خود ڈاکٹر کی بھی یہ رائے ہے تو اس کا لحاظ کیا جانا چاہئے۔ شریعت کا قاعدہ ہے کہ جہاں ضرر لاحق ہوتا ہو تو اس کا ازالہ کیا جانا چاہیے، اور ایک عورت کے مخصوص حالات کو دیکھتے ہوئے ایسا کرنا جائز متصور ہو گا۔

شرابی شخص سے نومولود کے کان میں اذان دلوانا

سوال: ایک شخص شراب پینے کا عادی ہے یا وہ خود نشے کی حالت میں ہے کہ جب سے اسے نومولود کی بشارت دی گئی تو کیا وہ اس کے کان میں اذان دے سکتا ہے یا اُسے کسی دوسرے شخص کو اذان دینے کے لئے کہنا چاہیے؟

جواب: بہتر تو یہی ہے کہ ایسا شخص اذان دے جو معصیت میں مبتلا نہ ہو، لیکن اگر کوئی دوسرا شخص میسر نہیں ہے تو وہ خود بھی اذان دے سکتا ہے لیکن وہ اس وقت نشے میں نہیں ہونا چاہیے۔

شروع اسلام میں جب کہ شراب پینا ابھی حرام نہیں قرار دیا گیا تھا تو ایسا ہوا کہ ایک شخص نشے کی حالت میں نماز پڑھا رہا تھا اور اس کی زبان سے غلط قراءت ہو رہی تھی تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ﴾

”اے ایمان والو! اگر تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ تاکہ تم یہ جان سکو کہ تم کیا کر رہے ہو؟“ (سورۃ النساء:43)

اس شخص کو شراب چھوڑنی چاہیے، آئندہ کے لئے توبہ کرے تاکہ وہ عذاب الٰہی سے بچ سکے۔

حیض والی عورتوں کا خطبہ سننے کا حکم

سوال: میں درجہ ثانویہ عالیہ کا طالب علم ہوں، ہم جمعہ ایک کلاس روم میں پڑھتے ہیں، چند طالبات حیض کی بنا پر نماز میں تو شریک نہیں ہو سکتیں لیکن وہ خطبہ سننے کے لئے آنا چاہتی ہیں؟

جواب: کلاس روم مسجد کے حکم میں نہیں ہے۔ بلکہ یہ وقتی طور پر جمعہ اور جماعت کے لئے استعمال ہو رہا ہے۔ اس لیے ایسی خواتین ایک کنارے پر تشریف رکھیں اور خطبہ کی سماعت کر لیں تو کوئی حرج نہ ہو گا۔

نبی کریم ﷺ نماز عید کے لئے تمام خواتین، بشمول حائضہ، کو آنے کی ہدایت دیتے تھے اور صرف اس لئے کہ ایک خیر کی بات میں شریک ہو سکیں، یعنی خطبہ سن سکیں، صدقہ دے سکیں اور اپنی اس حاضری کا ثواب بھی حاصل کر سکیں، اور یہ نماز کھلے میدان میں ادا کی جاتی تھی نہ کہ مسجد میں۔

وراثت کا ایک مسئلہ

سوال: میرے چچا کا تعلق مغربی افریقہ سے ہے۔ ان کی دو بیویاں تھی، جن سے ایک بیٹا اور 2 بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ بیٹا اب نامیبیا میں ہے اور بیٹیاں انگولا میں، اب ان کی وفات ہو چکی ہے اور ان کے والد (یعنی ہمارے دادا) کی وراثت کی تقسیم کا مسئلہ ہے۔ اس نے اپنی وفات سے قبل خاندان کے بعض افراد کو بتایا تھا کہ اس کے کئی بچے ہیں لیکن ہمیں یہ نہیں معلوم کہ آیا وہ جائز اولاد تھی یا ناجائز؟ کیونکہ اس ماحول میں مسلمان اور عیسائی سب ہی رہتے ہیں اور یہ عین ممکن ہے کہ وہ اولاد ناجائز ہو، ہمارے پاس ان بچوں کا کوئی اتہ پتہ بھی نہیں ہے تو ہم اپنے چچا کا حصہ کیسے تقسیم کریں؟

جواب: سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ دادا کی کوئی صلبی اولاد باقی نہیں رہی، کیونکہ اگر ان کا کوئی بیٹا زندہ ہوتا تو پھر وفات شدہ بیٹے کی اولاد وارث نہیں بن سکتی۔ اس لیے اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ان کا چچا اپنے والد کی وفات کے وقت باحیات تھا اور اسے وراثت کا حق حاصل تھا جو کہ اب سے اُسے بچوں کو ملنا چاہیے تو پھر وہ وراثت کے حقدار ہوں گے۔

لیکن آیا وہ جائز اولاد تھے یا نہیں؟ تو یہاں شریعت کے اس قاعدے پر عمل ہو گا کہ

”شک کی بنا پر یقین کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔“

جیسے اگر ایک شخص ایک مسلمان کی اولاد ہے تو انہیں مسلمان ہی سمجھا جائے گا الا یہ کہ اس بات کا کوئی ثبوت ہو کر وہ اولاد سرے سے ناجائز اولاد تھی یا اسلام چھوڑ چکی تھی۔

سائل کے پاس ایسا کوئی ثبوت نہیں ہے، صرف ایک اندیشہ ہے، جو کہ انہیں ناجائز اولاد قرار دینے کے لئے کافی نہیں ہے۔ اس لئے بہتر ہو گا کہ ان کا حصہ

علیحدہ سے بطور امانت محفوظ کر لیا جائے، ان کا پتہ لگانے کی کوشش کی جائے، اور اگر پھر بھی ان کا سراغ نہ ملے تو کسی دار القضا یا عدالت سے رجوع کر کے ان کے مفقود ہونے کا حکم حاصل کیا جائے تو پھر ایسی صورت میں یہ امانت باقی موجود ورثہ کو بقدر ان کے حصص کے، ان میں تقسیم کی جاسکتی ہے۔

نکاح میں خلاف شریعت شرائط کی پاسداری کا حکم

سوال: پانچ سال قبل میری طلاق ہو چکی ہے، میرے دو بچے ہیں اور انہی کی خاطر میں اُسی خاتون سے دوبارہ شادی کرنے پر آمادہ ہوں لیکن وہ یہ شرائط رکھ رہی ہے۔

1۔ بیوی سے جنسی تعلق رکھنے کے حوالے سے میرا کوئی حق نہ ہو گا نہ ہی میں اس بارے میں اس سے کوئی سوال کر سکتا ہوں۔

2۔ تمام مالی معاملات اس کے ہاتھ میں ہوں گے۔

3۔ میں کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کروں گا۔

میں نے بچوں کی خاطر یہ شرائط قبول کر لی تھیں کیونکہ ہماری طلاق کی وجہ سے بچوں کی حالت بہت بگڑ گئی تھی۔ وہ ڈپریشن اور خود کشی کے رجحانات کی طرف مائل ہوتے جا رہے تھے۔ لیکن اب میرے لئے ان شرائط کی پاسداری کرنا ناممکن ہوتا جا رہا ہے۔ اس کے علم میں لائے بغیر دوسری شادی کرنا جانتا ہوں۔ مجھے یاد نہیں کہ اس نے اس بارے میں کیا کہا تھا۔ شاید یہ کہا تھا کہ اگر میں دوسری شادی کرتا ہوں تو وہ مطلقہ متصور ہو گی، ایک بات یہ بھی ہے کہ یہ ساری شرائط زبانی تھیں اور شادی سے قبل طے کی گئی تھیں!

جواب: نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ

«وَالْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ إِلّا شَرْطاً حَرّمَ حَلَالاً أَوْ أَحَلّ حَرَاماً»

”مسلمانوں کو اپنی طے شدہ شرائط کی پابندی کرنی چاہیے سوائے ان شروط کے جو کسی حرام کو حلال قرار دیں یا حلال کو حرام قرار دے دیں۔“

اس لیے کسی بھی معاہدے میں ایسی شرط نا قابل قبول ہو گی جو اس معاہدے کی روح کے منافی ہو جیسے ایک شخص گھوڑا خرید تا ہے اور بائع یہ شرط لگاتا ہے کہ تم اس پر سواری نہ کرو گے، تو ایسی شرط نا قابل قبول ہے کہ گھوڑے کی خرید کا اصل مقصد اس پر سواری کرنا ہے نہ کہ اس کی نمائش کرنا ہے۔

اب جو تین شرطیں اس خاتون نے رکھی ہیں ان میں پہلی دو شرطیں نکاح کے معاہدے کے منافی ہیں۔ یعنی جنسی تعلق رکھنے میں مرد کی مرضی کا نہ ہونا۔

دوسری شرط اللہ تعالیٰ کے قول:

﴿الرِّجَالُ قَوّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَلَ اللّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾ (سورۃ النساء:34) کے منافی ہے الا یہ کہ مرد کماؤ نہ ہو، عورت ہی کماتی ہو تو پھر اسے مالی معاملات میں تصرف کا اختیار حاصل ہو گا۔

رہی تیسری شرط تو دوسری شادی کرنا کوئی فرض یا واجب نہیں ہے۔ مرد کو بشرط عدل اس کی اجازت دی گئی ہے اور اگر کسی مصلحت کی بنا پر وہ یہ شرط قبول کر لیا ہے تو اس کی اجازت ہے۔

اب یہ اُس پر موقوف ہے کہ وہ اس شرط کی پاسداری کر کے اپنی ازدواجی زندگی کو بچالے اور یا پھر شادی تو کر لے لیکن اس کے نتائج بھگتنے کے لئے تیار رہے۔ یعنی اگر اس کا راز کھل گیا تو وہ پھر اپنی پہلی بیوی کے مطالبہ خلع کو پورا کرنے کا پابند ہو گا۔

☆☆☆

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَمن ظَن أَنه يَأْخُذ من الْكتاب وَالسّنة بِدُونِ أَن يقْتَدى بالصحابة، وَ يَتبعُ غير سبيلهم فَهُوَ من أهل الْبدع والضلال وَمن خَالف مَا أجمع عَلَيْهِ الْمُؤْمِنُونَ فَهُوَ ضال ....

(مختصر الفتاوی المصریہ لابن تیمیہ: ص:556)

”جس کا وہم ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کیے بغیر قرآن وسنت پر عمل کر لے گا، اور وہ ان (صحابہ) کے راستے سے ہٹ کر چلتا ہے تو ایسا شخص اہل بدعت وضلال میں سے ہے، اور جس نے بھی اجماع امت کی مخالفت کی وہ گمراہ ہے۔“

☆☆☆

اجازت لینا لازمی ہے

سعید مقبری کہتے ہیں میں ایک مرتبہ کہیں سے گذر رہا تھا تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک شخص کے ساتھ بات کر رہے تھے تو میں ان کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا، تو انہوں نے میرے سینے پر مارا اور فرمایا:

”جب تم دیکھو دو لوگ بات کر رہے ہیں تو نہ انکے ساتھ کھڑے ہو اور نہ بیٹھو جب تک دونوں سے اجازت نا لے لو۔“

(الأدب المفرد للبخاری:1166)

☆☆☆



حُسنِ معاشرت

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا بَلَغَهُ عَنِ الرَّجُلِ الشَّيْءُ لَمْ يَقُلْ: مَا بَالُ فُلَانٍ يَقُولُ، وَلَكِنْ يَقُولُ: «مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَقُولُونَ كَذَا وَكَذَا.» (سنن أبوداؤد، كتاب الأدب: 4788)

"نبی کریم ﷺ کو جب کسی آدمی کے بارے میں کسی بات کا پتہ چلتا تو آپ ﷺ (اس کا نام لے کر) نہیں کہتے تھے کہ فلاں شخص کو کیا ہو گیا ہے؟ بلکہ آپ ﷺ یوں فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس طرح اس طرح کہتے پھرتے ہیں۔"

چونکہ تمام لوگوں کے بیچ اگر کسی کو مخاطب کر کے یا اس کا نام لے کر اس کی غلطی کی نشاندہی کی جائے تو اس سے اس شخص کی بے عزتی ہوتی ہے اور تمام لوگوں کی نظروں کا نشانہ بننے کی وجہ سے اسے نہایت شرمندگی اٹھانا پڑتی ہے، اس لیے آپ ﷺ کسی کا نام نہیں لیتے تھے بلکہ عمومی انداز میں سب کو مخاطب کر کے فرمادیا کرتے تھے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسے ایسے کہتے یا کرتے ہیں؟ اس عمدہ انداز سے وہ شخص جس کی اصلاح مقصود ہوتی تھی، از خود سمجھ جاتا تھا کہ یہ میرے بارے میں کہا جارہا ہے، یوں اس کی عزت پر بھی حرف نہیں آتا تھا اور اس کی اصلاح بھی ہو جاتی تھی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی بیان کرتی ہیں کہ

أَنَّ رَجُلًا اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: «ائْذَنُوا لَهُ فَبِئْسَ رَجُلُ الْعَشِيرَةِ»، فَلَمَّا دَخَلَ أَلَانَ لَهُ الْقَوْلَ، فَلَمَّا خَرَجَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! قُلْتَ: «بِئْسَ ابْنُ الْعَشِيرَةِ.» فَلَمَّا دَخَلَ أَلَنْتَ لَهُ الْقَوْلَ؟ قَالَ: «يَا عَائِشَةُ، إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ وَدَعَهُ أَوْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهِ»

(صحیح بخاری، كتاب الأدب، باب ما يجوز من ....: 6054 -صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب مداراة من يتقى فحشه: 2591)

"ایک آدمی نے نبی ﷺ سے (اندر آنے کی) اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اسے اجازت دے دو (یہ اپنے) خاندان کا بہت برا آدمی ہے۔ جب وہ اندر آیا تو آپ ﷺ نے اس سے نرم لہجے میں بات چیت کی، پھر جب وہ باہر نکل گیا تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے تو اسے خاندان کا بُرا آدمی کہا تھا، پھر جب وہ اندر آیا تو آپ ﷺ نے بہت نرم لہجے میں اس سے بات چیت کی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! بلاشائبہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام و مرتبے کے لحاظ سے تمام لوگوں میں سے بدترین شخص وہ ہو گا جس کی بدزبانی کی وجہ سے لوگوں نے اسے چھوڑ دیا ہو۔"

یعنی آپ ﷺ نے اس کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے اس کو اندر آنے سے منع نہیں کیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ ایسا شخص بدترین ہوتا ہے کہ جس کی بدزبانی سے ڈرتے ہوئے لوگ اسے چھوڑ دیں۔

سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«الْمُؤْمِنُ الَّذِي يُعَاشِرُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ أَفْضَلُ مِنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يُعَاشِرُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ»(سنن ترمذی، أبواب صفة القيامة: 2507 -سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب الصبر على البلاء: 4032)

"وہ مومن جو لوگوں کے ساتھ رہ کر زندگی گزارتا ہے اور ان کی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے، یہ اس مؤمن سے افضل ہے جو نہ تو لوگوں کے ساتھ رہ کر زندگی گزارتا ہے اور نہ ہی ان کی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے۔"

رضائے الٰہی کی خاطر باہم محبت

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ». فَذَكَرَهُمْ وَذَكَرَ مِنْهُمْ: «رَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ، اجْتَمَعَا عَلَى ذَلِكَ وَتَفَرَّقَا.»

(صحيح بخاری، كتاب الأذان، باب من جلس في المسجد ينتظر الصلاة وفضل المساجد: 660 -صحيح مسلم، كتاب الزكاة: 1031)

"سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں جگہ دے گا کہ جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی اور سایہ ہی نہیں ہو گا۔ پھر آپ ﷺ نے ان سات لوگوں کا ذکر کیا اور ان میں ان دو آدمیوں کا بھی ذکر کیا جو فقط اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں، اسی بنیاد پر اکٹھے اور جدا ہوتے ہیں۔"

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ بِجَلَالِي؟ الْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي»(صحیح مسلم، كتاب البر والصلة، باب في فضل الحب في الله: 2566)

"یقیناً اللہ تعالیٰ روزِ قیامت فرمائے گا: میرے جلال

وعظمت کی خاطر باہم محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج کہ جس دِن میرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہے، میں انہیں اپنے سائے میں جگہ دیتا ہوں۔“

سیدنا ابو ادریس علوی بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا:«لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا مَا سَمِعْتُ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: حَقَّتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ، وَحَقَّتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَوَاصِلِينَ فِيَّ، وَحَقَّتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَصَافِينَ فِيَّ» (مسند أحمد: 229/5 - مستدرك حاكم: 170/4)

”میں آج تمہیں صرف وہی بات سناؤں گا جو میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنی ہے: (وہ یہ ہے کہ)اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میری خاطر باہم محبت کرنے والوں کے لیے میری محبت ثابت ہو چکی ہے،میری وجہ سے ایک دوسرے سے جُڑنے والوں کے لیے میری محبت مستحکم ہو گئی ہے اور میری رضا کے لیے آپس میں خاص تعلق رکھنے والوں کے لیے میری محبت مضبوط ہو چکی ہے۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا تَحَابَّ اثْنَانِ فِي اللّٰهِ إِلَّا كَانَ أَفْضَلُهُمَا أَشَدَّهُمَا حُبًّا لِصَاحِبِهِ»

(مستدرك حاكم: 170/4 -صحيح ابن حبان: 2509-سلسلة الأحاديث الصحيحة:540)

”جو بھی دو شخص آپس میں رضائے الٰہی کی خاطر محبت رکھتے ہیں، ان میں سے افضل وہ ہے جو اپنے ساتھی سے اس کی نسبت زیادہ محبت کرتا ہے۔“

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يَجِدُ أَحَدُكُمْ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ حَتَّى يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ، وَحَتَّى يَكُونَ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يَرْجِعَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ، وَحَتَّى يَكُونَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا» (صحیح بخاری، كتاب الأدب، باب الحب في الله: 6041- صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان خصال ...: 43)

”تم میں سے کوئی بھی شخص تب تک ایمان کی مٹھاس نہیں پا سکتا جب تک کہ وہ(ان امور کو نہ اپنالے کہ)وہ جس آدمی سے محبت کرتا ہو اس سے صرف اللہ کی رضا کی خاطر محبت رکھے اور اسے (کفر اور جہنّم)سے بچا لینے کے بعد اسے کافر ہو جانا اسی طرح ناپسند ہو جس طرح کہ اسے آگ میں ڈال دیا جانا ناپسند ہو اور اسے اللہ ورسول کے ساتھ ان کے علاوہ تمام لوگوں اور تمام چیزوں سے بڑھ کر محبت ہو۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَا عَبْدَ اللّٰهِ! أَيُّ عُرَى الْإِسْلَامِ أَوْثَقُ؟» قَالَ: قُلْتُ: اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ: «الْوِلَايَةُ فِي اللّٰهِ، الْحُبُّ فِي اللّٰهِ، وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ» (السنن الكبرى للبيهقي: 223/10-المعجم الكبير للطبراني: 212/10)

”اے عبداللہ! اسلام کا کونسا کڑا زیادہ مضبوط ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی خاطر دوستی، اللہ کی خاطر محبّت اور اسی کی خاطر بُغض رکھنا۔“

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

إِنِّي أُحِبُّ فُلَانًا فِي اللّٰهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «أَفَأَخْبَرْتَهُ؟» قَالَ: لَا. قَالَ: «فَأَخْبِرْه.» قَالَ: فَلَقِيَهُ بَعْدُ، فَقَالَ: وَاللّٰهِ إِنِّي أُحِبُّكَ فِي اللّٰهِ قَالَ: فَأَحَبَّكَ الَّذِي لَهُ أَحْبَبْتَنِي.

(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب إخبار الرجل الرجل بمحبته إياه: 5125)

”میں فلاں شخص سے فقط رضائے الٰہی کی خاطر محبت رکھتا ہوں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیاتم نے اسے بتلایا ہے؟اس نے کہا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسے بتاؤ (کہ تم اس سے محبت کرتے ہو)۔ راوی کہتے ہیں کہ بعد میں وہ آدمی اس سے ملا اور اسے کہا کہ اللہ کی قسم!میں تم سے اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرتا ہوں۔ تو اس نے جواب میں کہا: تجھ سے وہ محبت کرے جس کی خاطر تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔“

چنانچہ آدمی کو جس سے اللہ کی رضا کی خاطر محبت ہو اسے بتلا دینا چاہیے تاکہ اس نیکی میں وہ بھی شریک ہو جائے۔ دوسرا یہ کہ جسے بتلایا جائے اسے جواباًدعا دینی چاہیے اور محبت کا جواب محبت سے دینا چاہیے۔

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ! الْمَرْءُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ»(صحیح بخاری، كتاب الأدب، باب علامة حب الله: 6170 -صحيح مسلم، كتاب البر والصلة: 2640)

”اے اللہ کے رسول!ایک آدمی کسی قوم سے محبت رکھتا ہے لیکن ان سے مل نہیں سکا؟ ت ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اسی کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔“

لہٰذا اس معاملے میں انسان کواحتیاط کرنی چاہیے کہ وہ کس سے محبت رکھتاہے؟ کیونکہ ایسا نہ ہو کہ اس کی محبت کسی ایسے شخص سے ہو جو فاسق وفاجر اور اللہ کا پیارا نہ ہو تو وہ روزِ قیامت اسی کے ساتھ ہو، بلکہ اس چیز کا اہتمام کرنا چاہیے کہ اس کی محبوب شخصیت اللہ تعالیٰ کی محبوب شخصیت ہی ہو یعنی نیکو کار اور برگزیدہ لوگوں سے وہ محبت رکھے تاکہ کل قیامت کے دِن ان کے ساتھ ہی جنت کا داخلہ پا سکے۔

☆☆☆

آپ بیتی

گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

ڈاکٹر صہیب حسن (لندن) (قسط 17)

مسلم ایڈ: حکایت وصل وفصل

یہ 30 نومبر 1985ء کی ایک سرد دوپہر تھی، جب پکاڈلی روڈ اور دی مال کے مابین سنٹرل لندن کے ایک ہال میں متعدد و تنظیموں سے تعلق رکھنے والے اکیس(21) افراد اور اس تنظیم نو کے مقاصد سے ہمدردی رکھنے والے بہت سے دوسرے افراد جمع ہوئے کہ جن کے سرخیل برادرم یوسف اسلام تھے اور انہوں نے مسلم ایڈ کی بنیاد ڈالی۔

معاشرے کے بیکس، نادار اور مصیبت زدہ لوگوں کی دیکھ بھال دین اسلام کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے اور اس لیے ایک ایسی بین الاقوامی تنظیم کا لندن میں سر اُٹھانا کوئی عجوبہ نہ تھا۔

ان سطور میں، میں پہلے ان 21 مؤسسین مسلم ایڈ کا مختصر تعارف کراتا چلوں، جنھوں اس کار خیر کے السابقون الاولون کا درجہ پایا تھا۔ اس موقع پر جو تاسیسی بیان جاری کیا گیا، اس میں جس ترتیب کے ساتھ ان افراد کے نام معہ پتہ جات آئے ہیں، میں اسی ترتیب سے ان کا تعارف اور ان کے ساتھ اپنی چند یادوں کا تذکرہ کرتا چلا جاتا ہوں۔

یہ حکایت وصل وفصل اکتیس(31) سال کے عرصہ پر محیط ہے یعنی 2016 کی آخری سہ ماہی تک جب کہ ایک تنظیمی بحران کے نتیجے میں چیریٹی کمیشن (CC) کی ہدایت کے بموجب اس وقت موجود تمام ٹرسٹیز استعفی دینے کے پابند بنائے گئے تھے، جبکہ CC اپنی مرضی کی عمارت بنانے کی خواہاں تھی۔

اب تعارف ملاحظہ ہو

1۔ڈاکٹر عبدالمجید قطمہ- لبنان سے تعلق ہے، ماہر نفسیات (سائیکالوجی) کے سند یافتہ معالج ہیں۔ اسلامک میڈیکل ایسوسی ایشن کے روح رواں رہے ہیں، داعیانہ جذبات سے سرشار ہونے کی بنا پر طبی حوالے سے اسلام کی تعلیمات پر تعلیمی اداروں، اسلامی مراکز، ریڈیو اور ٹی وی پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ ان کے برادر نسبتی عمر بکری حزب التحریر اور پھر المہاجرون کے تعلق سے ایک معروف شخصیت رہے ہیں لیکن ڈاکٹر عبدالمجید ان سے اشتراک فکر نہیں رکھتے تھے۔

2۔چوھدری معین الدین۔ بنگلا دیش (سابق مشرقی پاکستان) کی جمعیت طلبہ کے ساتھ گہرا تعلق رکھنے کی بنا پر 1971ء کی پاک وہند جنگ اور پھر بنگلا دیش کے قیام کے دوران مشرقی پاکستان کی بقا کی جدوجہد کا حصہ بننے کی بنا پر معتوب ہوئے اور پھر برطانیہ میں پناہ لی اور یہاں کی دعوتی زندگی میں بھرپور حصہ لیا۔ ٹوٹنہام (شمالی لندن) میں ایک مسجد کی بنیاد بھی ڈالی۔

3۔ڈاکٹر ہانی البناء: مصر سے تعلق ہے۔ الاخوان کے ان فعال کارکنوں میں سے ہیں، جنہوں نے مسلم ایڈ سے قبل برمنگھم میں 'اسلامک ریلیف' کے نام سے ایک رفاہی تنظیم کا آغاز کردیا تھا۔ انتہائی متحرک اور قائدانہ صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ اپنی تنظیم کو بین الاقوامی سطح پر چار چاند لگوادیے۔ مسلم ایڈ کی بالمقابل تنظیم کی حیثیت سے دونوں تنظیموں میں تعاون بھی رہا لیکن مسابقت کا جذبہ بھی قائم رہے۔

4۔بشیر الاَصبعی- لیبیا سے تعلق ہے۔ نہ جانے کس مرحلہ پر مسلم ایڈ سے لاتعلق ہوئے کہ ان سے زیادہ تعارف حاصل نہ ہوسکا۔

5۔رشید احمد صدیقی۔ ہمارا باہمی تعارف پاکستان میں ہو چکا تھا۔ لائل پور (حال فیصل آباد) کے صابرہ سراجیہ اسکول میں وہ ڈپٹی ہیڈ ماسٹر تھے جہاں میرے برادر خورد خبیب حسن نے درجہ ثانوی تک تعلیم حاصل کی تھی۔ جماعت اسلامی کے فعال کارکن تھے۔

والد محترم 1957ء میں جماعت سے علیحدگی اختیار کر کے لائل پور منتقل ہو چکے تھے لیکن صدیقی صاحب سے صاحب سلامت رہی۔ میں جب 1976ء میں لندن وارد ہوا تو ان ہی کی رہنمائی میں وُڈ گرین (شمالی لندن) سے اپنی رہائش کا آغاز کیا کہ وہ خود اس علاقے میں پہلے سے آباد تھے۔

جناب سلیم کیانی کے بعد وہ یوکے اسلامک مشن کے صدر منتخب ہوئے اور میں نے ان کی خواہش پر مشن کے ساتھ یوں تعارف کا ہاتھ بڑھایا کہ میں مشن کے صدر دفتر لورپول روڈ لندن میں آمدہ فقہی سوالات پر مشتمل رسائل کا جواب بھی دیا کرتا اور اگر کہیں سے دعوت خطاب آتی تو اس پر لبیک کہتا۔

مسلم ایڈ میں شمولیت کی بنا پر اس تعلق میں مزید گہرائی آئی، دونوں گھرانوں میں ہمیشہ دوستانہ تعلقات قائم رہے۔ اللہ ان کی مغفرت کرے، میں گرین فورڈ کے قبرستان میں ان کی اور پھر پچھلے سال ان کے جواں مرگ صاحبزادے شاہد کی تدفین میں حاضر رہا تھا۔ 6۔ڈاکٹر علی غامدی۔ مملکت سعودیہ کی طرف سے اسلامک کلچرل سنٹر، ریجنٹ پارک لندن کے کئی سال تک ڈائریکٹر رہے، ان سے قبل یہ ذمہ داری مصر کے ڈاکٹر زکی بداوی کو حاصل تھی، ڈاکٹر غامدی

ایک بہترین منتظم، صلح جو اور خیر خواہ خلق کی حیثییت سے جانے پہچانے جاتے تھے۔ 1997ء میں جب ہماری مسجد (مسجد توحید) کی تکمیل ہوئی اور میرے علم میں آیا کہ مرکز کا منبر اور محراب، مسجد کی قبلہ والی دیوار میں ایک محراب اور اس کے پہلو میں ایک جھروکے کی شکل میں موجود منبر کی تعمیر کے بعد اب اپنی جگہ سے ہٹا دیا گیا ہے تو میں نے ان سے درخواست کی کہ وہ یہ منبر اور محراب ہماری نئی مسجد کی نذر کر دیں کہ وہ اس کے شایان شان رہے گا۔ ڈاکٹر غامدی نے میری تجویز پر صاد کیا اور یوں یہ عالیشان کاریگری اور صناعی کا خوبصورت شاہکار مسجد توحید کی زینت بن گیا۔

7۔ شیخ جمال مناع: الازہر کے فارغ اور اسلامک کلچرل سنٹر کی امامت کا اعزاز رکھتے تھے۔ محراب و منبر کے تعلق سے ان سے ہمیشہ برادرانہ روابط رہے۔ غالباً مسلم ایڈ سے زیادہ دیر وابستہ نہیں رہے۔ مرکز سے ریٹائرمنٹ کے بعد بھی سعودی سفارت خانے میں ہر جمعہ خطبہ دیا کرتے تھے۔

8۔ آٹھویں نمبر پر کاتب سطور کا نام دیا گیا ہے، میرا پتہ وہی شمالی لندن کا ہے کہ میں وہاں 1997ء تک مقیم رہا اور پھر مسجد توحید کی تکمیل عمارت کے ساتھ ساتھ لٹین (مشرقی لندن نمبر 10) منتقل ہو گیا۔

9۔ یوسف اسلام: اسلام لانے سے قبل CAT STEVEN کے نام سے عالم سازو آواز میں اپنی دھاک بٹھا چکے تھے۔ مسلمان ہوئے تو موسیقی اور آلات موسیقی سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔

بچوں کی تعلیم کے لئے پہلے ایک پرائمری اور پھر ثانوی اسکول کا آغاز کیا۔ اس مقصد کے لئے KIL BURN، مغربی لندن میں ایک قدیم اسکول کی عمارت خرید کرپائے۔ مسلم ایڈ کی خشت اول انہوں نے ہی رکھی اور مسلم ایڈ کا اولین آفس بھی ISLINGTON کی اس وسیع عمارت کی دوسری منزل میں قائم ہوا جہاں وہ اپنی بزنس کے تعلق سے دفاتر قائم کئے ہوئے تھے، اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلم ایڈ کا تعارف انہی کے نام کا مرہون منت ہے، کچھ عرصہ انہوں نے مجھے اور برادر غلام سرور کو بھی اپنے اسکول کے ٹرسٹیوں میں جگہ دی اور پھر انہی کی درخواست پر ہم نے یہ امانت انہیں لوٹادی، مسلم ایڈ کی گورننس کے سلسلہ میں وہ 'امارت' کا اسلامی تصور اپنانا چاہتے تھے جو کہ CC کے منظور کردہ دستور سے مطابقت نہیں رکھتی تھی، اس لیے انہیں اپنی بات کو منوانے میں مزاحمت کا سابقہ کرنا پڑا اور یوں وہ جلد ہی مسلم ایڈ سے مستعفی ہو گئے اور پھر ان کی جگہ سید متولی الدرش نے لی کہ جن کا ذکر بعد میں آرہا ہے۔

یوسف اسلام ابھی تک اپنے تعلیمی ادارے کو بخوبی چلارہے ہیں، گو وہ لندن میں بہت کم نظر آتے ہیں۔ غالباً دُبیّ (امارات) میں اپنے دفاتر منتقل کر چکے ہیں اور مرور زمانہ کے ساتھ ساز و آواز کا شغل اسلامی ترانوں اور گیتوں کی حد تک دوبارہ اختیار کر چکے ہیں۔

10۔ ڈاکٹر مناظر احسن: لیسٹر میں اسلامک فاؤنڈیشن کے صدر پروفیسر خورشید احمد کے دست راست کی حیثیت سے معروف رہے، مشرقی پاکستان سے تعلق تھا، پروفیسر صاحب کے ہم زلف بھی تھے، فاؤنڈیشن کی تحریری، دعوتی اور پھر تنظیمی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مسلم ایڈ کی طویل تاریخ میں وہ صدر اور نائب صدر کی ذمہ داریوں کو بھی نبھاتے رہے۔ رابطہ عالم اسلامی کی مکہ مکرمہ میں منعقد کانفرنسوں میں ان کے ساتھ کئی مرتبہ شرکت کی۔

11۔ شیخ سید متولی الدرش: اسلامک کلچرل سنٹر کے سب سے پرانے ازہری امام جو مرکز کے ڈائریکٹرز کی بدوی سے اختلافات کے بعد سعودی عرب کے دار الافتاء سے وابستہ ہو گئے تھے۔ جب اسلامی شریعہ کونسل کا قیام عمل میں لایا گیا تو وہ اس کے پہلے صدر منتخب ہوئے، میرا ان سے قریبی تعلق رہا۔ بارہا ان کے ساتھ 'التوعیۃ الاسلامیہ فی الحج' کی سرگرمیوں میں شرکت کے لئے مکہ مکرمہ آنا جانا رہا۔ بلکہ ہم دونوں شیخ ابن باز کی دعوت پر تین ماہ ریاض میں بھی ساتھ رہے، جہاں ہم عبداللہ یوسف علی کے ترجمہ اور حواشی بر قرآن کی مراجعت کے لئے بلائے گئے تھے۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا وہ یوسف اسلام کے بعد مسلم ایڈ کے صدر چنے گئے تھے لیکن انہوں نے محسوس کیا کہ مسلم ایڈ پر ایک مخصوص تحریکی فکر کے حامی لوگوں کا اثر غالب ہے اس لئے وہ مستعفی ہو کر یکسو ہو گئے۔

12۔ محمد عبدالسلام: مشرقی پاکستان کی جماعت اسلامی سے تعلق تھا، جب لندن میں سابق مشرقی پاکستانیوں کی طرف سے 'دعوت اسلام' کا قیام عمل میں لایا گیا تو وہ اس کے روح رواں رہے اور مسجد شرق لندن سے بھی وابستگی رہی۔

13۔ ڈاکٹر محمود الخانی: غالباً شام (سوریا) سے تعلق تھا۔ لندن کے دار الرعایۃ الاسلامیہ (مسلم ویلفیئر سنٹر) کے ڈائریکٹر تھے، انتہائی خوش خلق اور اپنے کام میں مخلص۔ یہ مرکز میری پہلی رہائش گاہ سے قریب تھا۔ اس لیے اکثر ان سے ملاقات کا موقع حاصل رہتا۔ ایک مرحلے پر لندن چھوڑ کر ریاض منتقل ہو گئے تھے۔

13۔ سید محمد تنظیم واسطی: جمعیت طلبہ پاکستان سے تعلق رکھنے کی بنا پر یو کے اسلامک مشن کی سرپرستی انہیں حاصل رہی۔ عرصہ دراز تک وہی اس کے سیکرٹری جنرل کا فرضی منصبی ادا کرتے رہے۔ افغان جہاد کے دوران 'افغان ایجنسی' کے توسط سے جہادی سرگرمیوں کی اطلاعات کو مغربی پریس میں اجاگر کرتے رہے۔ بوسنیا کی جنگ کے دوران کروایشیاء کے

دارالسلطنت 'زاگریب' کی ایک کانفرنس میں ہم دونوں نے اکٹھے شرکت کی۔ پچھلے ماہ (مئی 2023ء) میں وہ بھی دارالخلد کے سفر پر روانہ ہو چکے ہیں۔

15۔ پروفیسر غلام سرور: برادر معین الدین کی طرح ان کا تعلق بھی جمعیت طلبہ مشرقی پاکستان سے رہا تھا۔ لندن میں انہیں بحیثیت ڈائریکٹر مسلم ایجوکیشن ٹرسٹ دیکھا۔ وہ مقامی پرائمری اور اسکینڈری اسکولوں میں جہاں کہیں اسلامی نصاب درس کی اجازت ہوتی، اساتذہ کو مامور کیا کرتے تھے اور اس کار خیر کو بہتر بنانے کے لئے انہوں نے اسلام کی بنیادی تعلیمات پر مشتمل ایک گلدستہ تعلیمات اسلام بھی ترتیب دے دیا تھا جسے قبول عام حاصل ہوا اور انگریزی میں اسی کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔

مسلم ایڈ کے تنظیمی امور کو سنبھالنے اور انہیں قاعدے قانون کے دائرہ میں رکھنے کا فن خوب جانتے تھے اور بحیثیت خازن انہوں نے اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دیا۔

16۔ حاشر فاروقی: کراچی سے تعلق تھا۔ جماعت کے دماغ کا درجہ رکھتے تھے۔ لندن اعلیٰ تعلیم کے لئے آئے لیکن پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ ستر کی دھائی میں 15 روزہ IMPACT جاری کیا، جو اپنے سیاسی تجزیوں، مقامی مسلم آبادی کے مسائل کی ترجمانی، بین الاقوامی سطح پر اسلام کی نمائندگی، عالم اسلام کے مسائل کی نشاندہی اور قائدین اور مفکرین اسلام کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے حوالے سے مختصر عرصے میں اپنا لوہا منوا گیا۔ میں نے اپنے نیروبی کے قیام کے دوران ہی اپنے دوست عبدالرحمن بزمی کے ہاں وہ پرچے دیکھے تھے جو آغاز ہی سے ان کی دلچسپی کا باعث بنے تھے۔

میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گا کہ انہوں نے مسلم ایڈ کی ترقی و ترویج کے لئے اپنی ذہنی صلاحیتوں کو وقف کر دیا تھا۔ سالہا سال مسلم ویلفیئر ہاؤس کے بالائی وسیع ہال میں ان کا دفتر قائم رہا جہاں وہ اور ان کے اسسٹنٹ محمد سلیم گھنٹوں اپنے کام میں مصروف نظر آتے۔ وہاں کئی ایسے اجتماعات میں شرکت کی کہ کتابوں اور رسالوں کے جھرمٹ میں بمشکل جگہ بنا کر شرکاء مجلس شریک ہوتے رہے۔ اب وہ بھی اللہ کے حضور جا چکے ہیں۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔

17۔ عارف زبادنہ: شام سے تعلق ہے، شعبہ تعمیرات کے حوالے سے میدان تجارت میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ اپنی مخیرانہ حیثیت کی بنا پر مسلم ایڈ کے ٹرسٹ میں شامل ہوئے اور پھر کچھ قانونی پیچیدگیوں کی بنا کر علیحدہ بھی ہو گئے لیکن مسلم ایڈ اور دوسری رفاہی تنظیموں سے اپنا تعاون جاری رکھا۔ مسجد شرق لندن کی نئی عمارت کی تعمیر میں ان کا بڑا حصہ ہے۔

18۔ محبوب کنتھاریہ: لیسٹر کی تاجر برادری سے تعلق ہے۔ ایک دفعہ انہوں نے مجھ سے ذکر کیا تھا کہ در اصل وہ خود اور بشیر الاصبعی دونوں نے مل کر مقامی طور پر مسلم ایڈ کو قائم کیا تھا اور پھر اسے ایک قومی تنظیم کا سراپا دینے کے لئے یوسف اسلام کے ساتھ مل کر ایک بھرپور نمائندہ تنظیم کی حیثیت سے اٹھایا گیا ہے۔

19۔ برادر سعیدی محمد: مجھے ان سے زیادہ تعارف حاصل نہ ہو سکا۔ یہ غالباً ان برادران میں سے ہیں جو آغاز میں ایک مختصر وقفے تک مسلم ایڈ کے ساتھ شامل ہے۔

20۔ حسن الأھدل: مملکت سعودیہ سے تعلق ہے اور ان کا خاندانی نام (الاھدل) اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ وہ یمن کے خاندان مشائخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ لندن میں رابطہ عالم اسلامی کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے تشریف لائے اور ایک عرصہ تک منصب کو نبھاتے رہے۔ یہاں اپنا دور نظامت پورا کرنے کے بعد ہیڈ آفس مکہ مکرمہ میں ڈائریکٹر عبد اللہ عبد المحسن الترکی (سیکرٹری جنرل رابطہ) کے دست راست کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔

21۔ ڈاکٹر محمد عثمان: سوڈان سے تعلق تھا۔ گو میڈیکل فیلڈ سے یارانہ تھا لیکن بحیثیت اخوانی، دعوتی کاموں میں پیش پیش رہتے تھے۔ یہاں سے واپس جانے کے بعد بھی کبھی کبھار ان کی لندن یاترا کے موقع پر ملاقات کا موقع ملتا رہا اور پھر جب مجھے مسلم ایڈ کی جانب سے خرطوم جانے کا موقع ملا تو ایک مجلس میں ان سے بھرنور ملاقات رہی۔

یہ تو مؤسسین کا تعارف ہو گیا۔ اس تنظیم نے 2 لاکھ پاؤنڈ کے بجٹ سے آغاز سفر کیا تھا۔ اور 20 برس بعد اس کا بجٹ 60 لاکھ کی مد کو چھو رہا تھا جس میں 10، 12 لاکھ نقد رقوم کی شکل میں اور باقی اشیاء (اور خاص طور پر دواؤں) کی شکل میں موجود رہا۔

میں نے تقسیم زکاۃ و صدقات کمیٹی (DC) کے نگران کی حیثیت سے ایک طویل مدت تک اپنی ذمہ داریوں کو نبھایا، جس میں ولایت کھوکھر صاحب کا مخلصانہ تعاون حاصل رہا۔

پھر نائب صدر اور ایک مرتبہ صدارت کی ذمہ داری کو بھی نبھایا۔ دوران صدارت ڈھاکہ، بوسنیا، کینیا، یوگنڈا، ملاوی، موزمبیق، سوڈان اور کمبوڈیا میں مسلم ایڈ کے رفاہی کاموں کی دیکھ بھال کرنے کے لئے وہاں کا دورہ کرنے کا اعزاز حاصل ہے اور پھر نائب صدر کی حیثیت سے ملیشیا، بندہ آچے (انڈونیشیا) اور پاکستان میں میانوالی کالا باغ، مانسہرہ اور وادی کاغان میں اس تنظیم کی سرگرمیوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ مسلم ایڈ کا بیشتر بجٹ دنیا کے کئی ممالک میں بلا واسطہ یا بین الاقوامی اداروں کے توسط سے غرباء، فقراء، سیلاب اور زلزلے کی تباہ کاریوں کے شکار

لوگوں کی حالت سدھارنے پر خرچ ہوتا ہے۔ میں تفصیل میں جانا نہیں چاہتا کہ میرے متعدد سفر ناموں میں ان تمام سرگرمیوں پر خوب روشنی ڈالی جا چکی ہے۔

یوسف اسلام کے استعفیٰ کے بعد میرے علاوہ ڈاکٹر سید الدرش، اقبال سکرانی، ڈاکٹر عبد الباری، فاروق مراد اور ڈاکٹر مناظر احسن اس کی صدارت کی ذمہ داریاں سنبھالتے رہے ہیں ۔ مسلم ایڈز کے فنڈز (صدقہ و خیرات) کی تقسیم کی کمیٹی (DC) میں جناب ڈاکٹر طارق رجبی، ڈاکٹر عبدالمجید اور ڈاکٹر جعفر قریشی میرے ساتھ تعاون کرتے رہے ہیں ۔ مؤسسین کے علاوہ جو نئے حضرات اس قافلے میں شریک ہوتے رہے ان کا مختصر تعارف بھی کراتا چلوں:

1۔احمد وان ڈنفر: جرمن نَو مسلم ہیں۔ مسلم ایڈ کی شاخ واقع جرمنی سے کی دیکھ بھال کرتے رہے ، اجتماعات میں شرکت کے لئے خصوصی طور پر تشریف لایا کرتے تھے۔ تعارف اسلام بزبان جرمن کے سلسلہ میں ان کی کاوشیں بشمول ان کی تالیفات ان کا عظیم تعارف ہیں۔

2۔ کاظم الراوی: عراق سے تعلق تھا، وہ اور ان کے برادر احمد الراوی حلقہ اخوان کے سرکردہ افراد میں سے تھے ۔ کاظم الراوی نے ویلز کے ایک دور افتادہ مقام پر عربی اور علوم اسلامیہ کا ایک ادارہ قائم کر رکھا تھا اور ایک موقع پر مجھے اس کی زیارت کا موقع بھی ملا تھا۔ ہماری ملاقات مسلم ایڈ کے اجتماعات تک محدود وہیں:لف برا(نزد لیسٹر) میں ان کی وفات ہوئی، میں ان کے جنازے میں شمولیت کے لئے وہاں پہنچا تھا۔ ان کے احباب کی خواہش پر مجھے ان کی نماز جنازہ پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائیں۔

3۔ اقبال سکرانی: ملاویؔ(افریقہ) میں گجرات (ہندوستان) کے مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت قیام پذیر ہے۔ اقبال کا تعلق بھی وہیں سے ہے۔ مجھے مسلم ایڈ کی طرف سے مشرقی افریقہ کے سفر دورن ملاوی کے دارالحکومت، بیلنٹائر میں ان کے برادر خورد یونس سکرانی کے گھر ٹھہرنے اور ان کی ضیافت سے لطف اندوز ہونے کا موقع ملا ہے ۔ اقبال نہ صرف ادویہ کی تجارت بلکہ مسلم کمیونٹی کی فلاح و بہود کے کاموں میں ہمہ وقت مصروف رہنے کی بنا پر اچھی شہرت رکھتے ہیں۔ مسلم ایڈ کے لئے انہوں نے اپنی صلاحیتیں وقف کر دیں ۔ صدر بھی رہے اور نائب صدر بھی۔ حکومت کی طرف سے اعلیٰ خطاب پانے کے بعد سر اقبال سکرانی کی حیثیت سے معروف ہیں۔

4۔ ڈاکٹر طارق رجبی: میرا ان سے پرانا تعارف ہے۔ برطانیہ آمد کے بعد جنوبی لندن میں سٹریتھم کی ایک مسجد میں درس قرآن دینے کے لئے مجھے مدعو کیا گیا تھا، جہاں ان سے پہلی ملاقات ہوئی۔ وہ برطانیہ کے بالکل جنوب میں ایک ساحلی شہر ہسیٹنگ سے تشریف لائے تھے جو برطانیہ میں 1066ء کے حوالے سے ایک تاریخی حیثیت کا حامل ہے ، اس سال جرمنی کے شاہ ولیم کا ہیسٹنگ کی جنگ کے بعد برطانیہ میں فاتحانہ داخلہ ہوا تھا۔

ڈاکٹر طارق بنارس (ھندوستان) میں پلے بڑھے، اس شہر کو میں یوں بھی یادر کھتا ھوں کہ والد محترم نے جامعہ رحمانیہ (دھلی) سے فراغت کے بعد بنارس کے مدرسہ سلفیہ سے اپنی تدریسی کاوشوں کا آغاز کیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے بعد ازاں قرآن سے خوب شغف پیدا کیا پھر اپنی سرجری کو دعوت دین کا مرکز بنا دیا۔ شہر کی واحد مسجد (مسجد الحق) کے ٹرسٹی کی حیثیت سے دینی سرگرمیوں میں حصہ لیا اور پھر اپنی کوٹھی کا ایک کمرہ دعوت دین کا سنٹر قرار دے دیا جس میں اسلامی موضوعات پر مغرب میں مقیم متعدد علماء اور مقررین کی تقاریر، بی بی سی اور دوسرے نشریاتی اداروں کی پُر مغز معلومات سے بھرپور پروگراموں کی ریکارڈنگ، سی ڈیز کی شکل میں محفوظ کر دی گئی تھیں، جو وہ مقامی طور پر غیر مسلموں کو اور ملکی سطح پر سینکڑوں کی تعداد میں اپنے احباب کو ارسال کرتے رہے اور جب مسلم ایڈ تنظیم کے ٹرسٹی بنے تو پھر اس تنظیم کو بھی اپنے تجربات سے نوازا۔

5۔ ڈاکٹر جعفر قریشی: برمنگھم میں مقیم ہیں ۔ اصلاً ھندوستان سے ہیں۔ ڈاکٹر طارق کی طرح دینی رجحان رکھتے ہیں، لیکن ساتھ ساتھ ھندوستانی سیاست اور وہاں کے مسلمانوں کے مسائل پر گہری نظر رکھتے ہیں ۔ امام قاسم احمد کی الخیر فاؤنڈیشن اور ان کے ٹی وی چینل ”اقرا“ سے بھی بڑھ چڑھ کر تعاون کرتے ہیں ۔ مسلم ایڈ کے مختلف منصوبوں کی عمل درآمد میں اپنی قیمتی آراء سے نوازتے رہے۔

6۔ ڈاکٹر عبد الباری: بنگلا دیش کی سیاست پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ تعلیم و تعلم کے میدان میں ان کے تجزیے اور تحریر میں ان کے فکر کی گہرائی کی غماز ہیں۔ اسلامی تعلیمات کو فروغ دینے کے لئے اپنی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کر رہے ہیں۔

7۔ فاروق مراد: اپنے فاضل مصنف و مقرر، داعی دین والد جناب خرم مراد کے لائق و فائق فرزند ہیں۔ اسلامک فاؤنڈیشن (لیسٹر) اور اس کے ذیلی اعلیٰ تعلیم کے ادارے کے روح رواں ہیں اور اس سے قبل یو کے اسلامک مشن اور مسلم کو نسل برطانیہ (MCB) کے پلیٹ فارم سے برطانیہ کی مسلم کمیونٹی کی بھرپور خدمت انجام دیتے رہے ہیں۔

8۔ ڈاکٹر زاہد پرویز: انہیں پہلے یو کے اسلامک مشن کے صدر کی حیثیت سے اور پھر مسلم ایڈ کی حیثیت سے جانا پہچانا۔ اپنے صلاحتیوں کو نوجوانوں کی تربیت

اور اصلاح کے لیے وقف کئے ہوئے ہیں۔

9۔ یوسف بھائی لوک: پریسٹن کی تاجر برادری کے سرخیل ہیں۔ رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ پہلے MCB اور پھر مسلم ایڈ کی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا۔

برطانیہ میں شیخ عبد الرحمن السدیس (امام کعبہ) کی آمد کے موقع پر ان کی ضیافت کا شرف بھی حاصل کیا۔ اس وفد میں شامل تھے کہ جنہیں شیخ سدیس نے ایک موقع پر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی سرکاری وزٹ پر مدعو کیا تھا۔ اس دوران انہیں قریب سے جاننے کا موقع ملا۔

10۔ عنیزہ ملک: اعلیٰ تعلیم کی حامل خواتین زیادہ تر صحافت، وکالت یا تجارت کو اپنا کیریئر بناتی ہیں لیکن عنیزہ رفاہی کاموں میں اپنی دلچسپی کی بنا پر مسلم ایڈ میں شامل ہوئیں اور اپنی قیمتی آراء کے اظہار سے ہمیشہ ایک اچھا تاثر قائم رکھا۔

11۔ محمد ضمیر: ان کا تعلق بھی یوکے اسلامک مشن سے تھا۔ میرے ان سے پرانے روابط رہے ہیں۔ مسلم ایڈ سے ان کی وابستگی کا دورانیہ بہت مختصر رہا، لیکن جتنا بھی تھا مفید رہا۔

1985ء میں اکیس تنظیموں کے اتفاق واتحاد سے قائم کردہ اس بین الاقوامی تنظیم نے کئی ممالک جن میں افغانستان، پاکستان، سوڈان، کینیا، بنگلادیش، ملیشیا، آسٹریلیا، عراق، بوسنیا، انڈونیشیا، کمبوڈیا، صومالیہ، لبنان میں اپنے ذیلی دفاتر کے توسط سے رفاہی کاموں کا ایک جال پھیلا دیا۔ ستر سے زائد ممالک میں اپنے رفاہی کام کو روشناس کرا کے مسلم ورلڈ کی سب سے بڑی NGO کی حیثیت برقرار رکھی۔

مسلم ایڈ کی کامیابی میں اس تنظیم کے ڈائریکٹر (CEO) کا بھی بہت دخل ہے ابراہیم، محمود الحسن، شعیب یوسف، جن میں سید شرف الدین، حمید آزاد جیسے قابل افراد شامل رہے۔ کارکنوں میں ایک نمایاں نام ولایت کھوکھر کا ہے جو ان تمام درخواستوں کی تحقیق کیا کرتے تھے جو مقامی طور پر نادار افراد یا ضرورت مند اداروں سے موصول ہوتی تھیں اور جنہیں ایک محدود رقم (زیادہ سے زیادہ پانچ سو پاؤنڈ) ڈی سی (DC) کے صدر کی صوابدید پر دی جاسکتی تھی۔ اور اس حیثیت سے میرا ان کے ساتھ اشتراک عمل کا دائرہ پھیلتا گیا۔ وہ نہ صرف مسلم ایڈ کے ایک قابل ورکر رہے بلکہ مسلم ایڈ کے لئے چندے کی فراہمی کے لئے مختلف مراکز اور مساجد کے ساتھ دوستانہ روابط کے نتیجے میں ان سے تعاون حاصل کرتے رہتے تھے، ان کی خدمات کے اعتراف میں حکومت برطانیہ نے انہیں بھی اعزازی خطاب سے نوازا۔

خواتین کارکنوں میں مسز زیب کا سمانی کے کام کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے مسلم ایڈ کے کئی صدور کے ساتھ بحیثیت اسٹنٹ کام کیا۔ تنفیذی کمیٹی (EC) کی روئداد کو قلمبند کرنا، مجوزہ منصوبوں پر گہری نظر رکھنا، مسلم ایڈ کی سرگرمیوں کو قاعدہ و قانون کی نگرانی میں لانا اور پھر ان تمام امور کے لئے مقررہ آفس اوقات سے کہیں زیادہ وقت دینا، ان کے لئے ہدیہ تبریک چاہتا ہے۔

یہ وہ عالمی تنظیم تھی جو اتحاد و اتفاق کی برکت سے وجود میں آئی اور پھر اکتیس (31) سال بعد، جیسا کہ آغاز میں ذکر کیا گیا، کچھ اپنی داخلی کمزوریوں، بیرون ملک چند برانچوں میں ہونے والی بے ضابطگیوں اور تنظیمی تساہل کی بنا پر حکومت کے نگران ادارے (CC) کی مہربانیوں کا شکار ہو کر 2016ء کے اواخر میں اپنے تمام موجود ٹرسٹیوں سے محروم کر دی گئی اور پھر اسی ادارے کے توسط سے چند نئے چہروں کے ساتھ دوبارہ جلوہ گر ہو چکی ہے لیکن ہم سب پرانے ٹرسٹیز کے لئے مسلم ایڈ ایک قصہ پارینہ بن چکی ہے۔

اب ہم صرف یہ دعا کرسکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری ٹوٹی پھوٹی کاوشوں کو قبولیت سے نوازیں، اس کار خیر کو جاری وساری رکھیں اور اس کے موجودہ ٹرسٹیز کو توفیق دیں کہ وہ اس کا قبلہ سیدھا رکھ کر اللہ تعالی کے ہاں سرخرو ہوں۔

☆☆☆

ہر حال میں صبر ورضا کا دامن تھامے رکھو

بعض سلف نے کہا:

"اللہ تعالیٰ جو بھی معاملہ آپ سے فرمارہا ہے اس پہ ہر پل راضی رہیں؛ کیونکہ اگر اس نے تمہیں کسی چیز سے روکا ہے تو کچھ دینے کے لئے، اور اگر بیمار کیا ہے تو شفایاب کرنے کے لئے، مبتلا کیا ہے تو عافیت دینے کے لئے، اگر فوت کریگا تو (ایک نئی) زندگی دینے کے لئے۔

خبردار! ایک لمحے کے لئے بھی صبر و رضا کا دامن چھوڑا تو، ورنہ اپنے خالق کی نظر سے گر جاؤ گے۔

(مدارج السالکین: 2/216)

☆☆☆

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"غیر اللہ سے جڑا ہوا شخص، اس آدمی کی مانند ہے جو سردی یا گرمی سے بچنے کیلئے مکڑی کے جالے سے بنے گھر کا سہارا لیتا ہے۔"

مدارج السالکین: 1/458)

☆☆☆



سیر و سیاحت

سفر مسجد اقصیٰ اور ارض فلسطین کی روح افزا روئیداد

(قسط 17)

حافظ عبدالاعلیٰ درانی

اسرائیلی فورسز کا ایک اور حربہ

گزشتہ جمعہ کو مسجد اقصیٰ میں جو فائرنگ ہوئی تھی۔ اسے بہانہ بناکر اسرائیلی فورسز نے مسجد اقصیٰ جانے والے سب راستے بند کر رکھے تھے، اور اس کی آڑ میں وہ مسجد اقصیٰ کے تمام دروازوں پر ڈی ٹیکٹر نصب کر رہے تھے جس کی خبر باشندگان شہر القدس کو ہوگئی تو وہ سڑکوں پر نکل آئے، اسرائیلی فورسز نے حسب فطرت پر تشدد کارروائیاں کیں لیکن احتجاج بہر صورت جاری رہا بلکہ اس کی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ بیت المقدس کی طرف جانے والے سارے راستے مظلوم مسلمانوں کے احتجاج سے گونج رہے تھے۔ خاص طور پر اسلام کی بیٹیاں نعرے لگا رہی تھیں۔لن تهزم أمة قائدها محمد ﷺ ''اس امت کو ہرگز شکست نہیں دی جاسکتی جس کے قائد محمد مصطفی ﷺ ہوں۔''

یہ نعرہ سن کر جذبات میں خواہ مخواہ تلاطم آجاتا ہے۔ یروشلم کی ساری گلیاں اس قسم کے نعروں سے گونج رہی ہیں۔ آخر کار قابضین کو بہت جلد یہ اقدام واپس لینا پڑا۔

مسجد اقصیٰ پر الوداعی نظر

آج اس تاریخی سفر سے واپسی ہے ۔ ہمارا احساس یہ ہے کہ اس سفر کو زیادہ سے زیادہ بامقصد نہیں بنایا جا سکا۔ بہت سی تاریخی جگہیں بھی نہ دیکھی جا سکیں۔ جس کا افسوس رہا۔ پونے 10 بجے ڈرائیور الحسینی آ گیا اور ہم جو پہلے ہی تیار بیٹھے تھے، گاڑی میں سوار ہو گئے۔ یروشلم کی اونچی نیچی پہاڑیوں سے گزرتے ہوئے مسجد اقصیٰ کا سنہرا گنبد یا یروشلم کا کوئی دروازہ نظر آجاتا تو دل میں درد کی لہر سی اٹھتی کہ اے اللہ اس سرزمین انبیاء کو سلامتی نصیب فرما۔ جس قوم نے یہاں اندھیر مچار کھا ہے اسے اسلام کی دولت نصیب فرمادے۔ مسجد اقصیٰ کو ہمارے بڑوں نے بنایا اور ان یہودیوں نے یہاں آگ لگا رکھی ہے۔ ان خیالات کے پیچ و تاب سے ہم گزرتے جارہے تھے اور بڑی بڑی شاہراہوں کو عبور کرتے ہوئے تل ابیب کے قریب اچانک ایک تاریخی جگہ جو ابھی بنی نہیں لیکن بننے والی ہے، یعنی ''باب لد'' پر پہنچ گئے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے۔ یہ جگہ چونکہ نبی آخر الزمان کی احادیث میں بتائی ہے اور یہودیوں کو حضور اقدس ﷺ کی پیشگوئیوں کی صداقت کا پورا یقین ہے۔

نظم کائنات بامر ربانی رواں دواں ہے

ایمان باللہ کی اہمیت اس حقیقت سے بھی عیاں ہے کہ یہ کائنات کوئی اَللّ ٹپ چیز نہیں ہے، بلکہ دست قدرت ہر جگہ اور ہر لحہ کار فرما ہے۔ انسانی محسوسات اور مشاہدات تو اس کے علم و قدرت کے سامنے کوئی حیثیت و اہمیت نہیں رکھتے۔ قرآن پر ایمان رکھنے والے کے لیے یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں ہے ۔ ایک چیونٹی نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لشکر کو پہچان لیا تھا وہ آپ کے نام سے بھی واقف تھی۔ اس نے اپنی قوم کو آنے والے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے جو بیان کیا وہ بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔ چیونٹی کے علاوہ ھد ھد کی تقریر بھی قرآن کریم میں موجود ہے۔ پھر اسی واقعہ میں ایک مرد صالح کا پل بھر میں یمن سے ملکہ بلقیس کا تخت یروشلم لے آنا بھی قرآن کریم کی اسی سورۃ النمل سے ثابت ہے۔ سورہ الکھف میں سیدنا خضر علیہ السلام کے ایک بچے کو قتل کردینے اور ایک گرتی دیوار کو نیا بنا دینے کا ذکر بھی ہے جس کا سبب انہوں نے خود ہی بتایا کہ یہ کام میں نے بامر الٰہی کیے ہیں اپنی مرضی سے نہیں۔ کشتی کو عیب دار اس لیے کیا گیا کہ وہ بحق سرکار ضبط ہونے سے بچ جائے کیونکہ پرلی طرف کا بادشاہ بے عیب کشتیوں کو ضبط کرلیتا تھا۔ قتل ہونے والا بچہ اگر زندہ رہتا تو ماں باپ کو کفر میں لیجاتا اور اس دیوار کے نیچے یتیم بچوں کا مال تھا اور ان کا مرحوم باپ بہت صالح تھا۔ اس لیے اللہ عزوجل کا فیصلہ تھا کہ اس کو محفوظ کردیا جائے۔

صحیح احادیث کے مطابق جو انسان علم دین حاصل کرنے کے لیے گھر سے نکلتا ہے سمندروں کی مچھلیاں، اور زمین پر بسنے والی جاندار مخلوق اس کے لیے دعائیں کرتی ہیں وغیرہ غرضیکہ کائنات کی سبھی مخلوقات اپنے خالق کی تابعداری میں ہر آن ڈیوٹی دے رہی ہیں۔ ﴿ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ﴾ (سورۃ الحج) ''کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ کائنات کی مخلوقات حجر و شجر، شمس و قمر اللہ کے حضور سر جھکائے ہوئے اسی کی تسبیح میں مشغول ہے۔'' ﴿ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ (سورۃ النور) نبی اقدس ﷺ نے مستقبل کے بارے بہت کچھ بیان فرمایا، وہ سب اللہ کے حکم اور علم سے ہے۔ کوئی ایک ارشاد بھی جھٹلایا نہیں جاسکا اور نہ جھٹلایا جاسکے گا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: '' ایک وقت آئے گا جب دنیا کی ہر چیز یہود کے خلاف ہو جائے گی اور کسی یہودی کو کہیں پناہ نہیں مل سکے گی ماسوا ایک ''غرقد'' نامی درخت کے کہ صرف وہی درخت یہودیوں کی حمایت کرے گا ہمدردی جتائے گا اور انہیں چھپائے گا۔'' جیسا کہ صحیح مسلم میں کی حدیث نمبر 2838 میں ہے۔

غرقد یہودیوں کا خیر خواہ درخت

''غرقد'' ایک کانٹے دار جنگلی خود رو جھاڑی ہے۔ اس کی اونچائی چار سے چھ فٹ تک ہوتی ہے۔ اسے عربی میں عسوبج۔ انگریزی میں Bosthron اور

یونانی میں Lycium کہا جاتا ہے۔ اس کی ستر کے قریب اقسام ہیں۔ ان میں سے Lycium نامی قسم متحدہ عرب امارات میں کثرت سے پائی جاتی ہے۔ عہد نبوی میں یہی قسم مدینہ اور اطراف مدینہ میں بکثرت موجود تھی جسے رسول اللہ ﷺ نے اکھڑوا دیا تھا۔ سعودی حکومت اب بھی اس کا پتہ چلنے پر فوراً ختم کروا دیتی ہے۔ مدینہ منورہ کے قبرستان "جنت البقیع "کا اصل نام" بقیع الغرقد" اسی لیے تھا کہ جس جگہ یہ قبرستان ہے پہلے غرقد کی جھاڑیوں سے بھرا ہوا جنگل تھا۔ قوم یہود عذاب الٰہی سے ڈرنے کی بجائے اسے پانے کے لیے ہمیشہ مستعد رہی ہے۔ اسی غلیظ سوچ کا نتیجہ ہے کہ وہ نبی آخر الزمان ﷺ کے ارشاد کے پیش نظر اس درخت کی کاشت میں لگے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے کو تحفہ میں دیتے ہیں۔ پچھلے چالیس سالوں میں ایک اندازے کے مطابق (سال 2010 تک) 30 کروڑ درخت لگا چکے ہیں۔ اسرائیل میں چلنے والی ٹرینوں کے اطراف تقریباً 30 سے 40 کلو میٹر تک لائن پٹڑی کے دائیں بائیں صرف غرقد ہی لگے ہوئے ہیں۔ "جافا" جہاں دجال نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہونا ہے وہ ابھی سے " غرقد" کا جنگل لگنے لگا ہے۔ اس درخت کی تصاویر والی شرٹیں بڑے پیمانے پر تیار کی جارہی ہیں اور نوجوان اندھا دھند انہیں خرید کر پہنتے ہیں۔ اور یہ صرف 40 سال سے نہیں بلکہ 100 سال سے مہم جاری ہے۔ اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ غرقد درخت مسلمان ممالک جن میں انڈونیشیا ملائشیا، پاکستان اور افغانستان میں بھی کاروباری نقطہ نظر سے کاشت کیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں یہودیوں کی آلہ کار متعصب تنظیم آر ایس ایس بجرنگ دل صرف مہاراشٹر میں 5 کروڑ درخت لگانے کا ہدف پورا کر چکی ہے۔ جبکہ راجستھان میں بھی اسی مقدار میں درخت لگائے جارہے ہیں۔ اس کے علاوہ "جیوش نیشنل فنڈ" نامی تنظیم نے ایک کتابچہ بھی طبع کروا کے بڑے پیمانے پر تقسیم کر رہی ہے، جس میں یہودیوں سے کہا گیا ہے کہ "جب تم گھر لوٹو تو غرقد کا درخت لگا کر لوٹو" اور Save the Ghaqad Tree کا نعرہ بھی انہوں نے عام کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ یاد رہے کہ اس تنظیم کے 31 فیصد شئیر اسرائیل کی ملکیت ہیں۔

ہم جب "یافا" پہنچے اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں دجال کے قتل کی جگہ کو دیکھا۔ اس کے بعد پروگرام تھا کہ مسجد خضر دیکھنی ہے لیکن ڈرائیور ہاتھ دکھا گیا۔ لندن سے بعد میں آنے والے دوستوں کے لیے پروگرام تھا کہ راستے میں آنے والی زیارتیں بھی کروائی جائیں گی۔ ان کی فلائیٹ ہم سے تین گھنٹے بعد کی تھی لیکن واپسی کے لیے الجھن تھی کہ شاید کوئی سواری نہ مل سکے، یا چیک پوسٹ پر تنگ کیا جائے، یوں فلائیٹ رہ نہ جائے۔ اس لیے فیصلہ ہوا کہ باقی وقت ائیر پورٹ پر ہی گزارا جائے۔ ایک بجے سے شام 4 بجے تک ہم وہیں بیٹھے رہے یہیں ہم نے ظہر وعصر کی نماز باجماعت ادا کی۔ چار بجے ہم لائن میں کھڑے ہوگئے۔ ایک سیکیورٹی والی عورت آئی اور ہمارے گروپ کو الگ کر کے سب سے آگے کھڑا کر دیا ہم نے اپنا دستی سامان بھی جمع کرا دیا۔ یہ وہ واحد اچھا سلوک تھا جو ایک یہودی سیکیورٹی افسر عورت نے ہمارے ساتھ کیا۔ ورنہ ان کے رویے میں کہیں نرمی دیکھنے کو نہیں ملی۔ ہم نے باقی سامان تو جمع کرا دیا، ہاتھ میں صرف کھانے پینے والی اشیاء والا بیگ رکھا تھا۔ ہمارا سارا سامان تو بڑی آسانی سے جمع ہو گیا لیکن ڈاکٹر یاسین صاحب اور ان کی اہلیہ کے ساتھ وہی معاملہ ہوا جو آتی دفعہ ان کے ساتھ ہوا تھا اور اس کا بڑا سبب ان کا حجاب تھا اس وجہ سے انہیں کلیئر نہیں کیا گیا۔ بلکہ فلائیٹ سے ایک گھنٹہ پہلے انہیں جانے کا حکم ملا۔ ان کا دستی سامان سارے کا سارا قبضے میں لے لیا گیا۔ آفتاب صاحب اور میں ڈاکٹر صاحب کے انتظار میں کافی دیر کھڑے رہے۔ اور جہاز میں سوار ہونے کے لیے ہمیں b2 ٹرمینل پر پہنچے تو وہاں یہودیوں کی بڑی تعداد کو دیکھ کر خیال ہوا کہ ان کی وڈیو بنالی جائے۔ ایک یہودی فیملی کی وڈیو بنائی جارہی تھی اسے خبر ہوگئی جس پر وہ اپ سیٹ ہوا۔ میں نے کہا ائیر پورٹ میں موجود رونق کی وڈیو بنا رہا ہوں۔ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہونا چاہیے تو وہ خاموش ہوگیا۔ پھر پوچھنے لگا کس ملک سے ہیں آپ؟ میں نے بتایا کہ پاکستان سے۔ کہنے لگا عمران خان ہمارا تو وہ ہیرو ہے، اس کے علاوہ، وسیم خاں، ثاقب، محمد یوسف، وقار وغیرہ کافی کرکٹروں کے نام اس نے لیے۔ بولا پاکستان کی کرکٹ ٹیم بہت ٹیلنٹڈ ہے اور عمران تو بہت اچھا کھلاڑی ہے۔ اس کی سابقہ بیوی کا تذکرہ بھی ہوا۔ میں نے اسے بتایا کہ عمران خان کی شادی کے بعد پہلا عمرہ 1995 میں عمران اور اس کی پوری فیملی کو میں نے کروایا تھا اور جدے سے لاہور کا سفر بھی ہم نے اکٹھے کیا تھا۔ تو اس یہودی نوجوان نے بڑی عقیدت دکھائی۔ اور میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے بتایا میں بھی کھلاڑی ہوں اور مجھے پاکستانی ٹیم اور خاص طور پر عمران سے بہت محبت ہے۔ میں نے کہا اس کے اقتدار میں آنے کے چانسز ہیں یا نہیں؟ میں نہیں جانتا لیکن یہ جانتا ہوں کہ وہ ایک ایماندار، سادہ مزاج انسان ہے۔ ہماری دعا ہے کہ وہ جیت جائے وہ بڑا خوش ہوا ابھی وہ مجھ سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ اس نے لاہور کا نام بھی بڑا صاف لیا اس کے ائیر پورٹ کا تذکرہ بھی کیا وہاں کی تاریخی حیثیت سے وہ کافی واقف تھا۔ مجھے خوشی ہوئی اپنے لاہور کی تعریف سن کر، اپنے ملک کی تعریف سن کر، اپنے ملک کے کھلاڑیوں کی تعریف سن کر۔ میرا دل چاہا میں بھی اس کو کچھ بتاؤں۔ لیکن وہ تو ایک منٹ بھی مجھے بات نہیں کرنے دے رہا تھا۔ مجھ سے فون نمبر مانگا میں نے بول دیا۔ لیکن اس نے مجھے کبھی فون نہیں کیا۔ اتنے میں جہاز کی روانگی کا ٹائم ہو گیا اور بورڈنگ شروع ہو گئی۔ وہ اپنی فیملی سمیت ہمارے ساتھ ہی جہاز پر چڑھ آیا۔ میرا بڑا جی چاہا کہ وہ میرے ساتھ بیٹھے اور میں اسے فلسطین پر اس کی قوم جو ظلم کر رہی ہے اس کی توجہ دلاؤں لیکن اس کا موقع ہی نہ ملا۔ پوری یہودی فیملیاں قطار اندر قطار بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں نے وہاں سے ہٹنا ہی مناسب سمجھا اور اپنی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ ساڑھے تین بجے جہاز نے ٹیک آف کیا اور میں نے دعائے سفر پڑھی۔ تو ایک آدمی نے اس کا

مطلب پوچھا میں نے بتایا۔ جس پر وہ بڑا خوش ہوا۔ بولا واقعی مسلمان اپنے رب کو ہر موقع پر یاد رکھتے ہیں۔مانک ایئر لائن برٹش فلائیٹ ہے۔راستے میں کئی لوگوں سے بات چیت ہوتی رہی، جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ بات چیت کرتے رہنا چاہیے اس سے غلط فہمیاں دور ہوتی ہیں۔ بلکہ بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جو یہودی ہونے کے باوجود اہل فلسطین کے بارے نرم گوشہ رکھتے تھے۔ یہودی سب کے سب ایک جیسے نہیں ہیں۔ ان میں برے لوگ ہیں تو اچھے بھی ہیں۔ ولادت مسیح سے پونے دو سو سال قبل بھی ان میں ایک اصلاحی اسلامی اوراخلاقی تحریک اٹھی تھی جس کا نام" مکابی تحریک" تھا یہ انیٹوکس چہارم(175 ق۔م) کا دور تھا۔اس مکابی تحریک کے باعث رحمت الٰہیہ نے ان کی ایک بار پھر یاوری کی اور پچاس سال کے اندر اندر حالات نے پلٹا کھایا اور بابل کی سلطنت کو زوال ہوا۔ قرآن کریم نے اس کی طرف اشارہ بھی کیا۔ ﴿لَيْسُوا سَوَاءً ۗ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ ٥ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾"کہ سارے اہل کتاب یکساں نہیں ہیں۔ ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو راہ راست پر قائم ہیں۔راتوں کو اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور اس کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائیوں سے روکتے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں سرگرم رہتے ہیں۔ اللہ پرہیز گاروں کو خوب جانتاہے۔" (سورۃ آل عمران:113،114)

اسرائیل مخالف تمام قوتیں اس بات کو بھی ذہن میں رکھیں کہ یروشلم کا مطلب ہے"سرزمین اسلام"یاد رہے کہ اسرائیلی کرنسی کا نام شیکل اسی مکابی تحریک کی کرنسی کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔ آج پوری دنیا کی معیشت و معاشرت پنجہ یہود میں ہے اور عیسائی ان کے پشت پناہ ہیں۔ ان حالات میں دنیا کو کسی ایسے لیڈر کی ضرورت ہے جو ان تینوں کے درمیان توازن پیدا کرکے امن کی راہ ہموار کرے۔ عیسائیوں کو بتائے کہ تمہارے خیر خواہ اور بہت زیادہ قریب مسلمان ہیں۔ جو حضرت مسیح اور ان کی والدہ کا احترام کرتے ہیں، ان کے نبی ہونے پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ سیدنا مسیح علیہ السلام بھی مسلم ہی تھے عیسائی نہیں تھے اور ان کے حواری بھی مسلمان ہی تھے عیسائی نہیں تھے۔اس طرح یہ دوریاں اور تلخیاں کم ہوسکتی ہیں ورنہ دنیا میں امن و امان ہمیشہ مسئلہ بنا رہے گا۔ بہرحال اسی قسم کی باتیں سوچتے ہوئے چار سے زیادہ گھنٹے گزر گئے اور ہمارا طیارہ مانچسٹر بخیریت اتر گیا۔ الحمدللہ اور ہم سفر فلسطین اور زیارت بیت المقدس کی سعادت سے اپنی روح کو معطر کرکر" آئبون تائبون لربنا حامدون "پڑھتے ہوئے اپنے گھر میں داخل ہوگئے۔وللہ الحمد والمنۃ۔

یہ جو پر شکستہ ہے فاختہ یہ جو زخم زخم گلاب ہے
یہ ہے داستان میرے عہد کی جہاں ظلمتوں کا نصاب ہے

خلاصہ کلام

آخر میں اس مضمون کا خلاصہ بیان کیے دیتا ہوں :

زیارت بیت المقدس کی فضیلت

مسجد اقصیٰ ان تین مقامات یا تین مساجد میں سے ایک ہے جس کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا باعث اجر ہے۔ بیت اللہ، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ۔ بے شک تمام انبیاء کرام علیہم السلام اسی سرزمین میں پیدا ہوئے یہیں پلے بڑھے، یہیں ان کی تدفین ہوئی، یہیں ان کی قبور ہیں اگرچہ نامعلوم ہیں۔ ان تمام انبیاء کا دین ومذہب اسلام تھا۔ ان کی عبادتگاہوں کا نام مسجد ہی تھا۔ سب سے پہلی مسجد وادی حجاز مکہ مکرمہ میں بیت اللہ تعمیر ہوئی جسے سیدنا علیہ السلام ابراہیم اوران کے بڑے بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کیا اور چالیس سال بعد سرزمین انبیاء میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے صاحبزادے سیدنا اسحٰق علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ بنائی۔ اس کی تجدید سیدنا سلیمان علیہ السلام نے کی۔ جس دور میں نبی اقدس ﷺ سفر معراج پر تشریف لے گئے تھے تو بحکم ربانی آپ کو مسجد اقصیٰ تک زمینی سفر کرایا گیا اور مسجد اقصی سے ہی آپ کو آسمانوں کی طرف لیجایا گیا۔ اس زمانے میں مسجد اقصیٰ موجود تھی جس کا دروازہ اس رات بند نہیں کیا جاسکا تھا۔ آپ کی براق نامی آسمانی سواری اسی کی پچھلی دیوار کے ساتھ باندھی گئی تھی اس لیے اس کا نام حائط البراق پڑ گیا بعد میں یہودیوں نے اسے دیوار گریہ کا نام دے دیا۔ اس لحاظ سے ان تمام انبیاء کے وارث اہل اسلام ہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے اسلام کو چھوڑ کر اپنے آباء و اجداد کے دین سے انحراف کیا ہے۔ جب تک خاتم النبیین ﷺ کی بعثت نہیں ہوئی اسلام کسی نہ کسی شکل میں موجود رہا، لیکن آپ ﷺ کی بعثت کے بعد آپ کی شریعت ہی دین الٰہی ٹھہری اور سب اہل مذہب کے لیے ضروری ہوگیا تھا کہ وہ اسلام کی دعوت کو قبول کرلیں۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ یہود نے عیسائیوں (جو اس دور کے مسلم تھے) پر ہمیشہ ظلم کیا۔ حتی کہ وہ اپنا نام مسلمان بھی نہیں رکھ سکتے تھے۔ جبکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اس نام کو پھر رواج دیا لیکن رومی حکمرانوں نے یہودیوں کے بہکاوے میں آکر انہی کے لیے سزائے موت کا پروانہ جاری کردیا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر جانے کے بعد مسلمانوں پر یہود نے ظلم وستم کی انتہاء کردی، ان کا مذہب اور نام بھی بدل دیا۔ بعثت خاتم النبیین تک کا عرصہ ان مظلوم مسلمانوں کے لیے بڑا سخت تھا اور ان کی مظلومیت کا بدلہ اللہ نے انہیں بہتر عطا فرمایا اور ان کے ہاتھ میں یورپ کا اقتدار دے دیا۔ حضور خاتم النبیین نے اسلام کا لفظ اور اسلام کی شریعت سارے انسانوں پر پیش کی۔ جو مان گئے وہ مسلمان کہلائے اور جن کی قسمت میں ہدایت نہ تھی انہوں نے اور نام رکھ لیے۔ مسجد اقصیٰ کے علاقے میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو سزائے موت سنائی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ انہیں پنجہ یہود سے نجات دلا کر آسمان پر اٹھا لیا لیکن روایات تو بہرحال مشہور کردی گئی تھیں۔ انہی کی طرف منسوب روایات کی وجہ سے اسی

علاقے میں ان کی طرف منسوب روایات کے مطابق وہ جگہیں محفوظ کرلی گئیں مسجد اقصیٰ پر عیسائیوں کا قبضہ تھا جنہوں نے سیدنا مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب روایات کے مطابق عبادتگاہیں بنالی تھی جنہیں کنیسہ (چرچ) کا نام دیا گیا اور مسجد اقصیٰ پس منظر میں چلی گئی نبی ﷺ کے سفر معراج کی وجہ سے مسجد اقصیٰ کا نام پھر زندہ ہوگیا اور نبی مکرم کی وفات سے 17 سال بعد دور فاروقی میں مسجد اقصیٰ کو دوبارہ بحال کر دیا گیا۔ چونکہ یہ پورا علاقہ مسلمانوں ہی کا تھا جواب عیسائی نام اختیار کر چکے تھے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب تاریخی مقامات پر بھی انہی کا کنٹرول تھا۔ جبکہ یہود کا یروشلم کی تاریخ میں کوئی کردار نہ تھا۔ عیسائیوں کو یہودیوں سے ان کے ظلم وستم کی وجہ سے سخت دشمنی تھی اس لیے انہوں نے یہود کا داخلہ تک بیت المقدس میں بند کرر کھا تھا۔ اور یہود جس جگہ پر اپنا حق جتا کر مسجد کو گرانا چاہتے تھے اور اب بھی یہی چاہتے ہیں ۔ وہ ایک زمین میں چھپا ہوا پتھر تھا۔ عیسائیوں نے اس جگہ کو کوڑا کرکٹ ڈالنے کہ جگہ بنا رکھا تھا تاکہ ان کا کوئی آثار باقی نہ رہ سکے۔ لیکن فاروق اعظم نے عیسائیوں کا کنیسۃ القیامہ بھی ان کی تحویل میں رہنے دیا اور یہود پر یروشلم میں داخلے کی پابندی جو عیسائیوں نے لگا رکھی تھی، وہ بھی اٹھالی اور وہ پتھر بھی دریافت کر لیا جہاں سے رسول اللہ ﷺ کو معراج ہوا تھا۔ مسجد اقصیٰ کی تاریخی حیثیت بحال ہوچکی تھی، دور فاروقی میں یہ مسجد مدینہ اور دیگر اسلامی ممالک کے باشندوں سے آباد ہوگئی۔ اموی خلیفہ عبد الملک بن مروان کے دور میں قبۃ الصخراء اور اس پتھر کو خاص اہمیت دی گئی جس کا بڑا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ وہ اس جگہ کو بیت اللہ کی بجائے مقام حج بنانا چاہتا تھا۔ کیونکہ مکہ میں ان کے مخالف حکمران سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تھے عبد الملک چاہتا تھا کہ عام مسلمان حج کے لیے مکہ نہ جائیں اور ابن زبیر کی مخالفت سے اثر نہ لیں۔ اس غرض سے اس نے مسجد اقصیٰ کے ساتھ ساتھ قبۃ الصخراء کو بھی تعمیر کیا۔ اسے 8 سال کا عرصہ لگا کر خوب سنوارا اور سجایا اور مصر سے وصول ہونے والے ٹیکس کی رقم اس پر خرچ کی اور ماہر تعمیر رجاء بن حیوہ نے اس کا ڈیزائن بنایا۔ اس پر سونے کا کام بھی کیا۔ بعد میں آنے والی ہر حکومت نے اس کی تزئین نو کی۔

پچھلے ڈیڑھ ہزار سال میں صرف عیسائیوں کو ایک یا دو بار اقتدار حاصل ہوا۔ اگرچہ بہت کم مدت کے لیے۔ لیکن انہوں نے بھی باشندگان القدس پر ظلم وستم ڈھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ چند سال اسلام کی آمد سے پہلے اور اسلام کی آمد کے بعد 1099ء سے اگلے ستر اسی سال اور اس مختصر عرصہ میں انہوں نے بیت المقدس اور اس شہر کی گلیاں خون سے بھر دیں اور صحن بیت المقدس میں صلیبیں گاڑ کر وہاں کم وبیش ستر ہزار بے گناہ مسلمان ذبح کر دیے۔ تاآنکہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے سولہ جنگیں لڑ کر ارض مقدس کو ان کے پنجہ ستم سے چھڑایا لیکن پھر بھی عیسائیوں اور یہودیوں کے حق میں بھرپور رواداری کا مظاہرہ کیا۔ پچھلی صدی کے وسط میں شاہ اردن کے دور میں قبۃ الصخراء پر 200 کلو سونا چڑھایا گیا۔ اس وقت دنیا میں اس سے خوبصورت کوئی گنبد نہیں ہے۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مسجد اقصیٰ ، بیت المقدس اور سرزمین فلسطین پر اسرائیلیوں کا کوئی حق ہے نہ یہود کا دعویٰ درست۔ کیونکہ بیت المقدس کی تاریخ میں ان کا کوئی مثبت کردار نہیں ہے اور ہیکل سلیمانی کی برآمد کا دعویٰ بھی بالکل جھوٹا اور دھونس ودھاندلی ہے۔ سب سے پہلے اس جگہ مسجد ہی بنائی گئی تھی۔ جس کی تجدید سیدنا سلیمان علیہ السلام نے کی۔ اور انبیاء کی جائے عبادت مسجد ہی کہلاتی ہے۔ کلیسا، مندر، گردوارہ یا ہیکل نہیں۔

اس مسجد اقصیٰ کو جبکہ وہ مکمل بنادی گئی، سجادی گئی، قبۃ الصخراء کا حسن دنیا بھر کی تاریخی عمارات میں ایک منفرد حیثیت اختیار کر گیا تو یہودیوں نے اس بنی بنائی تاریخی جگہ پر اپنا دعویٰ کر دیا حالانکہ نہ انہوں نے مسجد اقصیٰ بنائی، نہ قبۃ الصخراء بنایا اور نہ بیت المقدس کے 144 ایکڑ رقبہ کی تعمیر میں ان کا کوئی کردار رہا۔ بحیثیت قوم بھی یہود اپنی خباثتوں اور شرارتوں کی وجہ سے دنیا بھر میں دھتکارے گئے تھے۔ پوری زمین پر ایک انچ جگہ بھی ان کی اپنی نہیں ہے۔ سو سے زیادہ ممالک میں ایک ملک بھی ان کا اپنا نہیں ہے۔ اس وقت دنیا میں دین اسلام کے سخت دشمنوں میں سر فہرست ہنود اور یہود ہیں اور ان کی پشت پناہی مسیحی کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان سب پر اسلام کے احسانات ہیں جن کا انہیں احساس نہیں ہے۔ جیسے یہود پر احسانات ہیں اس سے کہیں زیادہ عیسائیوں پر ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مسیحوں کو تحفظ دیا اور یہودیوں کو شہر القدس میں رہنے کا پروانہ دیا۔ اسی طرح سلطان صلاح ایوبی نے مسیحیوں کو اور ان کی عبادتگاہوں کو مکمل تحفظ فراہم کیا جیسا کہ ہم نے اپنے مضمون میں جا بجا اس حقیقت کا تذکرہ کیا ہے۔ عالم اسلام کا موقف ہے کہ اسرائیل کم از کم 1967 والی حیثیت میں واپس جائے اور بیت المقدس پر ناجائز تسلط ختم کرے۔ تاکہ دنیا میں امن قائم ہوسکے آخر کب تک یہ فساد برپا رہے گا۔ اگر بالفرض یہ مسجد اقصیٰ پر قابض ہو بھی جاتے ہیں اور یہاں مزعومہ ہیکل سلیمان بنا بھی لیتے ہیں تو کیا امت اسلام ٹھنڈے پیٹوں اس خونخواری کو قبول کر لے گی؟ اور قوم یہود آرام سے جی سکے گی؟ بخت نصر اور ہٹلر کو پیدا ہونے سے کون روک سکتا ہے اور کیا یہ سلسلہ یونہی چلتا رہے گا؟۔

اک شاخ گل پہ بیٹھ کے ابلیس نے
کانٹے بچھا دیے ہیں دل لالہ زار میں

آخری بات یہ ہے کہ ان سطور کے راقم نے دنیا کے کئی ممالک کا سفر کیا ہے لیکن جو روحانی سرور ولذت سفر فلسطین سے حاصل ہوئی ہے اسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ایک روحانی کیفیت ہے شاید انبیاء کرام کے قدوم میمنت نواز کا اثر ہے کہ ان فضاؤں کی خوشبو ہی کچھ الگ سی ہے۔ اللہ اس سرزمین انبیاء پر فساد مچانے والوں کے اثرات بد سے اس ارض مقدس کو محفوظ فرمادے۔ اور مظلوم ومقہور فلسطینی مسلمانوں کو ان کی اپنی سرزمین پر سکون واطمینان بخشے آمین۔

دل ناامید تو نہیں ناکام ہی تو ہے
لمبی ہے شام غم مگر شام ہی تو ہے

☆☆☆

